تعلیمات اسلام کا علمبردار دینی و علمی ماہنامہ
الحق
سرپرست
شیخ الحدیث حضرة مولانا عبدالحق مدظلہ
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور پاکستان

مکتبۂ الحق کے مطبوعات

عبادات و عبدیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے تقاریر و خطابات کا تازہ مجموعہ۔

قیمت دو روپے

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق

ایڈیٹر الحق کے قلم سے تعمیر اخلاق اصلاح معاشرہ، عبادات کا اخلاقی پہلو، افراط و تفریط سے پاک معتدلانہ نظام

قیمت - ۲/۵

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

فون نمبر - دارالعلوم : ۴
فون نمبر - رہائش : ۲
جلد نمبر : ۱۰
شمارہ نمبر : ۳
ذی الحجہ
۱۵ دسمبر ۷۴ء تا ۱۵ جنوری ۷۵ء
مدیر
سمیع الحق

اس شمارے میں

عنوان	مصنف	صفحہ
نقشِ آغاز (قادیانی فیصلہ کے عملی تقاضے / مولانا ظفر احمد عثمانیؒ)	سمیع الحق	۲
اقلیتی فیصلہ کے بعد ــــ ؟	مولانا ابوالحسن علی ندوی / مولانا محمد طاسین / مولانا منظور احمد	۵
قومی اسمبلی میں شیعہ نصاب پر تحریکِ التواء	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق / اراکین ایوان	۱۰
سرکاری مدارس میں شیعہ مذہب کی تعلیم	مولانا محمد اسحاق سندیلوی، کراچی	۱۵
عورتوں کے حقوق	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ	۲۲
اسلام ــ عزت اور سرخروئی کا پیغام	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ	۲۵
علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ (علمی کمالات اور خدمات)	مولانا محمد حسن جان صاحب	۳۶
وفیات الاعیان	ادارہ	۴۷
شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ	مجالس مولانا اشرف علی تھانویؒ	۴۹
جدید زبانوں کے عربی ماخذ	مصنظر عباسی - ایم اے	۵۲
افکار و تاثرات	قارئین	۵۷
قادیانیوں کا عالمی اجتماع اور قومی اسمبلی		۶۱

بدل اشتراک ــ پاکستان میں سالانہ دس روپے - غیر ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

فی پرچہ
ایک روپیہ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

الحمد للہ قادیانی مسئلہ کا آئینی فیصلہ تو ہو گیا مگر عملاً قادیانیت اپنی ظاہری اور پس پردہ سرگرمیوں کے لحاظ سے اب تک ملّتِ اسلامیہ کے لئے ایک فتنہ بنا ہُوا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی خطرہ صرف آئین میں دو چار ترمیموں سے ختم نہیں ہو سکتا۔ اور جیسا کہ ہمارے سوالنامہ کے جواب میں تمام اہل بصیرت نے بھی لکھا کہ آئین کے تمام قانونی اور ذہنی تقاضے پورے کئے بغیر آئینی ترمیم کے بعد قادیانیت مسلمانوں کے لئے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ کہ اب اسے آئینی تحفظ اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے پردہ میں ملّتِ مسلمہ کے خلاف اپنی تمام سرگرمیاں نکالنے کا موقعہ مل سکتا ہے۔ اب جب کہ خود قومی اسمبلی پر طویل غور و خوض اور مکمل بحث کے بعد قادیانیوں کی اسلام دشمنی اور مسلم دشمنی آشکارا ہو گئی، اور اسی چیز نے آئینی ترمیم پہ اسمبلی کو متفق کر دیا تو یہ نہایت بے بصیرتی اور ناعاقبت اندیشی کی بات بھی کہ سانپ کو زخمی کر دینے کے بعد نہ صرف یہ کہ اسے کھلا چھوڑ دیا جائے بلکہ اس کے زخموں کا اندمال کیا جائے دشمن کے عزائم، کردار، سرگرمیاں اور اسکی پوری تاریخ سامنے آجانے کے باوجود بھی اس کیساتھ ایسا سلوک، رواداری یا وسیع النظری نہیں بلکہ قومی و ملّی خودکشی یا ملک و ملّت سے غدّاری کہلائی جا سکتی ہے۔

اس لئے آئینی ترمیم کے فوراً بعد اس کے تقاضے پورے کرنا چاہئے تھے۔ مگر ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود نہ تو اب تک ترمیم کے تحت قانون سازی کی گئی (جبکہ اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں اس کام کی تکمیل کی توقع تھی۔) نہ قادیانی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ملّت کے جذبات کا عملاً کوئی احترام کیا گیا مگر کرکٹ اور ٹیسٹ کرکٹ کے سوال کو بڑی اہمیّت دی گئی اور قائد عوام کے جلسے بھی محافظ ختم نبوۃ زندہ باد کے نعروں سے گونجنے لگے مگر ختم نبوت کی حفاظت کیلئے عملاً اب تک کیا ہُوا ہے۔؟

مرزائی ملک کے سول اور فوجی کلیدی مناصب پر نہ صرف یہ کہ فائز ہیں بلکہ سننے میں آتا ہے۔ کہ کئی اہم پوسٹوں پر انہیں مزید ترقی بھی دی گئی ہے۔ مرزائی ختم نبوت اور اسلام کے قطعی عقائد اصطلاحات اور شعائر کی کھلم کھلا توہین کر رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ تبلیغ اسلام کے نام پر۔ وہ صرف اپنے آپ کو سچا مسلمان کہلانے پر بضد ہیں۔ ان کے تمام لٹریچر، مجلاّت، اور رسائل میں وہی زہریلا مواد چھپتا ہے جو ان کا وطیرہ ہے۔ مرزائیوں کا موجودہ امام مرزا ناصر اور پریس پوری قوم کی نمائندہ اسمبلی کے فیصلہ کو مسترد کر چکے ہیں۔ مگر حکومت اس کھلے بندوں بغاوت اور غدّاری کا کوئی نوٹس نہیں لے رہی۔ اندرون ملک

ان کی "تبلیغی سرگرمیوں" کا اندازہ ان کی تازہ ربوہ کانفرنس کے انتظامات اور وسیع تیاریوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ عالمی سطح پر بشمول بھارت اپنے چیدہ افراد کو بلاوجہ جمع نہیں کر رہے۔ ان کے غور و فکر کا محور حالیہ آئینی فیصلہ کا ردعمل ہی ہو سکتا ہے۔ مگر حکومت قادیانیت کے بارہ میں اپنی سابقہ ڈگر پر چل رہی ہے۔ اور اس حد تک الرجک ہے کہ ملک کی نمائندہ خود مختار اسمبلی میں بھی مرزائیت کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتی قومی اسمبلی کے موجودہ اجلاس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ربوہ کانفرنس پر تشویش ظاہر کی اور اسے تحریک التواء کے ذریعہ زیر بحث لانا چاہا تو "مفاد عامہ" کی اس جدوجہد کو مفاد عامہ کے خلاف قرار دیکر سختی سے اس بحث کو روک دیا گیا۔ مرزائی مسئلہ کے بارہ میں داخل کئے گئے سوالات جواب دیئے بغیر باہر ہی باہر سے مسترد کر دئیے گئے۔ صمدانی رپورٹ کو زیر بحث لانے کی تحریک بھی مسترد ہو گئی۔ رجسٹریشن کے سلسلہ میں بھی یہی حالت ہے۔ دونوں کا اندراج مکمل ہو چکا ہے۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ جاری ہو رہے ہیں۔ مگر ان تمام چیزوں سے آپ مسلم اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں کر سکتے۔ ربوہ عملاً اب تک قادیانی سٹیٹ کی راجدھانی ہے۔ سر ظفر اللہ ملک کے باہر اپنی حسرتیں نکالنے کے بعد اب ملک میں آ کر اپنے ملک دشمن اور اسلام دشمن عزائم میں مصروف ہیں۔ بھارت سمیت کئی بیرونی ملکوں سے ان کے نامہ و پیام کی خبریں آ رہی ہیں۔ مرزائیوں کی فوجی اور نیم فوجی تنظیموں پر پابندی نہیں لگائی گئی۔

الغرض جب قادیانی مسئلہ جوں کا توں ہے تو معلوم نہیں حکومت کس منہ سے اسے اپنی اسلامی خدمات کا ایک کارنامہ قرار دے رہی ہے۔ اور جب حکومت کو مرزائی جماعت کی سرگرمیوں سے کوئی کھٹکا تک نہیں اور نہ عملاً اسکی ملک اور اسلام دشمنی کو تسلیم کرتی ہے۔ تو پھر انہیں کاغذی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی ضرورت کیا تھی۔ کیا یہ صرف سستی شہرت کی خاطر ہوا۔ یا محض سواد اعظم کے وقتی جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دینے کے لئے۔ یہ سب چیزیں مجلس عمل اور عام مسلمانوں کو دعوت فکر دے رہی ہیں۔ مجلس عمل بھی (اور کافی حد تک ایسا محسوس ہو رہا ہے) اگر یہ سمجھتی ہے کہ وہ یوم تشکر اور جشن فتح منا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکی ہے تو یہ اسکی بہت بڑی بھول ہو گی۔ خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجلس عمل کے جذبۂ اتحاد اور جوش و خروش میں کمی سے فتح کے نتائج شکست سے نہ بدل جائیں مجلس عمل کا ملک و بیرون ملک قادیانیت کے تعاقب اور قطعی استیصال کے بغیر مطمئن ہو جانا خدا اور اسکے رسول کی نظروں میں ناقابل معافی جرم ہو گا۔ حکومت کا بھی اس بارہ میں سرد رویہ پورے عالم اسلام کے لئے حیرت اور اضطراب کا موجب بن سکتا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ مجلس عمل نے اپنی ذمہ داری کا کچھ احساس کرتے ہوئے راولپنڈی میں منعقدہ اپنے حالیہ اجلاس میں ایک طرف اگر طویل غور و خوض کے

بعد اس صورتحال پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور ایک قرارداد کے ذریعہ اسمبلی میں اپنے نمائندہ ارکان کو مامور کیا کہ وہ یہ مسئلہ اعلیٰ سطح پر اٹھائیں۔ تو دوسری طرف مجلس عمل نے اپنے اجلاس سے جوش عمل اور باہمی اتحاد برقرار رکھنے کا بھی ثبوت دیا۔ اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر مجلس عمل کی بقاء کتنی ضروری ہے ؟ الحمدللہ کہ اس کا احساس مجلس عمل میں شامل جماعتوں کو بھی ہے اور کسی صاحب بصیرت کو اس سے اختلاف نہیں ہوسکتا۔ بہرحال قادیانی مسئلہ کے بارہ میں اب تک عملی صورتحال مجلس عمل اور عام مسلمانوں کو نگاہ میں رکھنی چاہیئے۔ اور حکومت کو بھی اب وہ تمام تقاضے جلد ہی پورے کر دینے چاہئیں۔ جو اس مسئلہ میں اللہ، رسول، اسلام، آئین، جمہوریت، اخلاق، سیاست اور عقل و خرد ہر لحاظ سے تقاضائے تکمیل کرتے ہیں۔

علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی کی جدائی

ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے کہ علامہ یگانہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ملت اسلامیہ کو داغ مفارقت دے گئے جو اپنے تبحر علمی، وسعت مطالعہ، سادگی قناعت زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اسلاف دیوبند کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھے، چلتا پھرتا علم اور زندہ کتب خانہ، علم اور کتابوں میں معمور و مخمور۔ بات سے بات نکلتی اور عام فہم باتوں کا سرا بھی علم کے پیچیدہ عقدوں اور کلام و فلسفہ کے غوامض سے جا ملتا۔ اور پھر چٹکیوں میں ہر مسئلہ سلجھا بھی دیا جاتا۔ علم اور مطالعہ کی دنیا میں ان پر جذب و وارفتگی کی ایسی کیفیت طاری رہتی جس کی مثالیں ہمارے عروج علمی کے روشن ماضی میں مل سکتی ہیں۔ اور جو جہل و سطحیت کے اس طوفانی دور میں عنقا ہوتی جارہی ہیں۔ علامہ کاندھلویؒ کی جدائی کے ماتم سے ابھی علمی اور دینی ایوان فارغ نہیں ہوئے تھے کہ علم و سیاست میں مولانا کاندھلویؒ کے مکتب فکر ہی کے ایک اور ممتاز بزرگ اور رہنما حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ العزیز کا بھی وصال ہو گیا۔ سیاسی نظریات اور طرز عمل میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن جو علم، دین اور عمل ہمارے اسلاف کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس سے کسی متعصب مخالف کا بھی انکار کرنا علم کی ناقدر شناسی ہے۔ علامہ عثمانی مرحوم بھی مطالعہ، تصنیف، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ جذبۂ علم و عمل میں اپنے اسلاف کی روایات کے امین تھے اور نہایت ہی واجب الاحترام شخصیت برصغیر میں علم حدیث اور فقہ حنفی کی خدمت کرنے والے اکابر میں ان کا نام سرفہرست رہے گا۔ رہ گئیں ملکی خدمات اور قیام پاکستان کیلئے ان کی جدوجہد، تو جس جرنیل نے عمر بھر پاکستان کی خاطر پرائے تو کیا اپنوں سے بھی جھگڑا مول رکھا اور جس

باقی صفحہ ۵۶ پر

قسط ۲

اقلیتی فیصلہ اور اس کے ذیلی تقاضے

قادیانیت کے بارہ میں سوالنامہ اور اس کے جوابات

الحق نے مشاہیر علم و فضل، زعماء ملک و ملت کی خدمت میں سوالنامہ بھیجا تھا کہ یہ حضرات قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دئے جانے کے فیصلے اور اس کے قانونی اور ذیلی تقاضوں پر اظہار خیال فرماویں، الحمدللہ کہ پچھلے شمارہ میں ایسے تقریباً ۳۰ افراد کے تاثرات یکجا شائع کر دئے گئے ہیں۔ الحق کے اس خصوصی شمارہ کو علمی و فکری حلقوں میں بے حد سراہا گیا۔ سوالنامہ بھیجنے میں ہم نے پوری فراخدلی سے کام لیا۔ یہاں تک کہ وزیر اعظم پاکستان وزیر قانون اور وزیر مذہبی امور تک کو بھی اظہار خیال کی دعوت دی اور ملک بھر کے جدید تعلیمی اداروں، یونیورسٹیوں اور سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کو بھی جن حضرات نے بارگاہ رسالت میں اس گلدستہ عقیدت میں شمولیت فرمائی ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ جنہوں نے بار بار تقاضوں کے باوجود بھی جواب دینے سے پہلو تہی کی اس کی مصلحت خود وہی حضرات جانتے ہوں گے یا بعض اعذار ہی رکاوٹ بنے ہونگے بہر حال اس موضوع پر الحق کے صفحات اب بھی حاضر ہیں۔ جن حضرات نے الحق کی دعوت پر اب تک خامہ فرسائی نہیں کی ان سے مکرر اپیل ہے کہ اس تاریخی مسئلہ پر اظہار خیال اور اس میں حصہ لینا خود ان کے لئے باعث سعادت آخرت ہے ـــــ پچھلا شمارہ تیار ہوگیا تو کچھ مزید خطوط موصول ہوگئے جن میں سرفہرست گرامی نامہ ہمارے مخدوم و محترم مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کا ہے۔ جو اپنی علمی دعوتی ہمہ گیر خدمات کی وجہ سے پورے عالم اسلام کے ممدوح و محبوب ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ یہ خطوط پچھلے شمارہ میں شریک نہیں ہو سکے، مگر اب بھی ان کی اشاعت ضروری ہے ـــــ۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی

سربراہ ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔

محب گرامی منزلت زید لطفہ'، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ گرامی نامہ مورخہ ۲۴ر اکتوبر کل ۸ر نومبر کو ملا۔ عرصہ کے بعد آپ کا اسم گرامی اور رسالہ کا نام دیکھ کر مسرت ہوئی۔ آنکھیں ہمسایہ ملک کے دوستوں اور بزرگوں کے خطوط اور تحریروں کو ترس گئی تھیں اور کسی وقت خیال ہوتا تھا کہ شاید اب زندگی میں براہ راست خط وکتابت نہ ہو سکے گی، نہایت عدیم الفرصتی میں یہ دو سطریں رفع انتظار کیلئے لکھوا رہا ہوں۔

۱۔ دنیا کے مسلمانوں کو عموماً، اور اس تحتی براعظم کے مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھ پاکستان کے اس فیصلہ سے جو مسرت ہوئی، اسکو بہت طریقہ پر اس شعر کے ذریعہ ادا کیا جاسکتا ہے، جو ایک شاعر نے بیت المقدس کی فتح پر اپنے اس قصیدہ میں کہا تھا۔ جو صلاح الدین ایوبی کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

هذا الذی کانت الایام منتظر فلیوف لله اقوام بما نذروا

(ترجمہ) یہ وہ مبارک موقع ہے جس کا زمانہ عرصہ دراز سے منتظر تھا، اب لوگ اپنی وہ منتیں پوری کریں جو انہوں نے اس وقت کیلئے مان رکھی تھیں۔

اس ایک فیصلہ نے افہام وتفہیم اور اطمینانِ قلب کی وہ خدمت انجام دی، جو علماء کی سینکڑوں تصنیفات اور ہزاروں تقریریں نہ انجام دے سکتیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسلام اور تبلیغ اسلام کے نام سے "احمدیت" کی تبلیغ کا جو کام کیا جاتا تھا، وہ بے اثر اور بے بنیاد ہو گیا۔

۲۔ اس فیصلہ کی اثر انگیزی اور انقلاب آفرینی کے باوجود علماء کی ذمہ داری کم نہیں ہوئی، بلکہ بڑھ گئی۔ مسئلہ کا فیصلہ اگرچہ حکومتی اور انتظامی سطح پر ہو گیا۔ لیکن علمی اور فکری سطح پر بھی اسکو مستحکم کرنے کیلئے ختم نبوت کے موضوع پر بلند پایہ اور یقین آفرین سنجیدہ اور محققانہ کتابوں اور مضامین کی ضرورت ہے۔ کم سے کم عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں اور بڑی قابلِ قدر اور فاضلانہ کتابوں کی موجودگی میں جو اسوقت تک تصنیف ہوتی ہیں، اب بھی اسکی ضرورت ہے۔

حضرت والد ماجد کی خدمت میں سلام کہئے، اور دعا کی درخواست کیجئے۔

(۸ر نومبر ۷۴ء)

حضرت مولانا صاحبزادہ محمد اسعد صاحب
سجادہ نشین خانقاہ ہاشمی شریف سندھ

مکرم محترم برادرم مولانا سمیع الحق صاحب۔ بعد از خیریت طرفین مطلب کہ آپکا رسالہ الحق پہنچتا رہا اور آپکی یاد تازی کرتا رہا۔ مگر احقر بعض مصروفیات کیوجہ سے جواب میں تاخیر کرتا رہا اور میں اس تاخیر پر شرمندہ ہوں اور اب تو آپ نے رقعہ کے ذریعہ بھی یاد تازی کرادی۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ میں مضمون کے لکھنے سے قاصر ہوں اور نہ اتنا مطالعہ ہی ہے اور باقی اس مسئلہ (ختم نبوت) پر جو آپ کے مضامین آتے رہے پورے غور وخوض سے پڑھتا رہا اور ترجمانی کرتا رہا۔ اور کوئی تازہ احوال نہیں کہ رقمطراز ہوں — بس دعاؤں میں یاد کرتے رہیں۔ اور شیخ الحدیث مدظلہ العالی کو سلام مع الدعاء بندہ کی طرف سے مشرف ہوں۔

مولانا محمد طٰہٰ یٰسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی

سوال ۱ کے متعلق میرا جواب یہ ہے کہ قادیانی مسئلہ میں جن حالات کے اندر، جس طریقہ سے جو کچھ بھی فیصلہ ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص اور عظیم فضل ہوا ہے۔ اس سے ایک طرف اس فتنہ کے سر پر کاری ضرب لگی اور اس کے انقلابی عزائم ملیامیٹ ہو گئے جو آگے چل کر بہت بڑی تباہی وبربادی کا موجب بنتے، دوسری طرف اس وقت مسلمان ایک بہت بڑے خون خرابے سے بچ گئے جس سے بے اندازہ جانی ومالی نقصان پہنچتا، لہذا اس پر اللہ کا جس قدر بھی شکر کیا جائے کم ہوگا۔

سوال ۲ کے بارہ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ قادیانی فتنہ کے جو اثرات پاکستان کے اندر اور باہر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو مٹانے اور زائل کرنے کے لئے مختلف علمی وعملی طریقوں سے بڑے پیمانہ پر منظم اور مسلسل کام کرنے کی ضرورت ہے، اجتماعی صلاح ومشورہ سے ایسے طریقے سوچے اور معلوم کئے جائیں جو اس کے لئے مفید اور موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور جن کو اختیار کرنے سے مذکورہ اثرات کا ازالہ اور خاتمہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال کسی فتنے کے اثرات کو مٹانے اور ختم کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ فتنے کے وجود کے جو اسباب ہیں ان کو صحیح طور پر سمجھا جائے اور پھر یہ دیکھا جائے کہ ان اسباب کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے ازالہ کے بغیر نہ فتنہ مٹ سکتا ہے اور نہ اُس کے اثرات ختم ہو سکتے ہیں۔

سوال ۳ کے متعلق میری حتمی اور قطعی رائے یہ ہے کہ قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا جو فیصلہ کیا ہے یہ فیصلہ چونکہ اصل مقصد نہیں بلکہ اصل مقصد کا ایک ذریعہ ہے لہذا جبتک اصل مقصد حاصل نہیں ہوجاتا مسلمانوں کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی، اصل مقصد میں سمجھتا ہوں یہ ہونا چاہئے کہ پاکستان میں کوئی ایسی آواز اور کوئی ایسی تحریر باقی نہ رہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص کسی معنے کے نبی و رسول ہے۔ پھر جبکہ اس کے لئے اسلام اور قرآن و حدیث کو استعمال بھی کیا جاتا ہو، اس کے بعد اگلی منزل یہ ہونی چاہئے کہ مسلمانوں کے اندر سے شریعت محمدیہ کے سوا باقی سب غیر اسلامی قوانین ختم ہوجائیں اور ان پر صرف شریعت محمدیہ کی حکمرانی ہو جو آخری نبی نے آخری طور پر پیش فرمائی ہے کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ مسلمان صرف شریعت محمدیہ کو اپنی زندگی کا دستورِ حیات اور لائحہ عمل تسلیم کریں اور اس کے سوا باقی ہر قانون کو ٹھکرا دیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں کیا آئینی ذرائع اور کیا علمی و عملی طریقے اختیار کرنے چاہئیں؟ اس کا جواب کافی تفصیل طلب ہے۔ اور خاصا مشکل بھی، لہذا میرے نزدیک بہتر یہ ہے۔ کہ سوجھ بوجھ رکھنے والے کچھ اہل علم ایک جگہ جمع ہوں اور تمام پہلوؤں پر سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد باہمی مشورہ سے یہ طے کریں کہ آج جن ذہنی و خارجی اور اندرونی و بیرونی حالات سے ہم دوچار ہیں۔ ان میں مذکورہ مقصد کے لئے کیا طریق کار زیادہ مفید اور موثر ثابت ہوسکتا ہے۔ جس کو آج عملاً اختیار کیا جائے۔

بہرحال اس کے لئے جو بھی طریق کار طے کیا جائے اس میں اس رد عمل کو ضرور ملحوظ رکھا جائے جو اس کے نتیجہ میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ اندرون پاکستان بھی اور بیرون پاکستان بھی تاکہ نقصان کم سے کم اور فائدہ زیادہ سے زیادہ حاصل ہوسکے، اندھی جذباتیت اور انتہا پسندی سے بچنا بہرحال مفید ہے گا۔ جہاں تک ہوسکے عقل و شعور اور اعتدال پسندی سے کام لیا جائے۔ اللّٰھم وفقنا لما تحب و ترضی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب ناظم ادارہ دعوت و ارشاد چنیوٹ

کافی دنوں سے گرامی نامہ موصول ہے۔ اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے تعمیل حکم جلد نہ کرسکا۔ جسکی وجہ سے معذرت خواہ ہوں۔

۱۔ اس سوال کا تفصیلی جواب تو بڑا طویل ہے۔ مختصراً میرے احساسات اور جذبات یہ ہیں کہ اس

وقت راقم اپنی عمر کی تنتالیس منزلیں طے کر چکا ہے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی خوشیاں نصیب فرمائی ہیں عیدیں بھی آئیں شادی بھی ہوئی اللہ تعالیٰ نے بچے بھی دیئے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے بھی بارہا مشرف فرمایا۔ قادیانیوں سے بارہا مناظرے ہوئے ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے کامیابی نصیب فرمائی۔ مرزا بشیر الدین محمود کو جو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے کامرانی اور سرخروئی نصیب فرمائی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زندگی بھر کی تمام خوشیاں بھی اگر جمع کر دی جائیں تو وہ اس خوشی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو خوشی ۷ ستمبر کو قادیانیوں کے متعلق فیصلہ سے حاصل ہوئی ہے۔ راقم خوشی کے ان احساسات کو اپنے الفاظ کے قالب میں ڈھال کر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ قادیانیوں کے متعلق یہ "تاریخی فیصلہ" اس صدی کا اہم فیصلہ اور عظیم کارنامہ شمار ہوگا۔

۲۔ یہ بالکل بجا ہے کہ "قادیانی فتنہ" کے دینی اور سیاسی اثرات ملک اور بیرون ملک پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں۔ لیکن اب یہ اثرات کم ہونے شروع ہو چکے ہیں۔ اب تو ان پر پے در پے ضربات لگ رہی ہیں پہلی ضرب تو آزاد کشمیر کی قرارداد سے لگی دوسری سخت ضرب جس نے انہیں نیم بسمل کر دیا وہ ان کے خلاف رابطہ عالم اسلامی کی قراردادیں ہیں۔ اب جو کسر باقی رہ گئی وہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے "تاریخی فیصلہ" نے نکال دی ہے۔

بیرونی دنیا کو جو وہ اسلام اور پاکستان کے نام سے دھوکہ دے رہے تھے اس کا پردہ اب الحمدللہ چاک ہو گیا ہے۔

۳۔ جب تک اس خطرناک اور مہلک فتنہ کا بالکلیہ خاتمہ نہیں ہو جاتا مسلمانوں کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی۔ لیکن اب آئین میں ترمیم ہو جانے کے بعد بنسبت عوام کے حکومت کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ کہ وہ آئین کے تقاضے پورے کر کے آئین کے احترام کو باقی رکھے۔ قوم نے تحریک کے دوران قادیانیوں سے بائیکاٹ اور آپس میں اتحاد کا جو بے نظیر مظاہرہ کیا ہے۔ مجلس عمل کی سرپرستی میں ان دو کامیاب ہتھیاروں کا استعمال اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک آئینی ترمیم کے تقاضے مکمل طور پر پورے نہیں ہو جاتے۔

بیرونی ممالک میں ان کے تعاقب اور احتساب کیلئے ضروری ہے کہ مجلس عمل کیطرف سے ایک مؤثر وفد اس فیصلہ کے پس منظر اور تفصیلات کی وضاحت کرنے کیلئے فوری طور پر دورہ کرے کیونکہ سر ظفر اللہ اور دیگر سربرآوردہ قادیانی بیرون ملک خطرناک اور زہریلے پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔ اس کا تدارک از حد ضروری ہے۔

قومی اسمبلی کے ریکارڈ سے

جناب شفیق فاروقی

ربوہ میں قادیانیوں کا اجتماع

شیعہ سنّی نصاب کی علیحدگی

اور

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تحریک التواء

سرکاری تعلیمی اداروں میں شیعہ سنی نصاب دینیات کی علیحدگی کے یکطرفہ فیصلہ کی خبریں آچکی ہیں۔ یہ چیز سنی مسلمانوں کے لئے اعتقادی، فکری اور ملک کو سیاسی و اقتصادی لحاظ سے سراسر نقصان دہ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ایسے اہم اور قومی مسئلہ کو قومی اسمبلی میں زیر غور لانے کے لئے ۱۱ر دسمبر ۷۴ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں تحریک التواء پیش کی جیسا کہ ۲۱ اور ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء میں بھی حضرت شیخ الحدیث نے متعدد بار قومی اسمبلی میں اس مسئلہ کو اٹھایا اور اس وقت کے وزیر قانون و تعلیم جناب پیرزادہ صاحب نے یقین دلایا کہ ایسا کوئی فیصلہ مکمل غور و خوض اور اتفاق رائے کے بغیر نہیں کیا جائے گا۔ اور اب جبکہ کچھ شیعہ رہنما اور حکومت کے درمیان ۱۳ر اکتوبر ۷۴ء کو لاہور میں اس فیصلہ کو آخری شکل دینے کا اعلان کیا گیا۔ تو حضرت شیخ الحدیث چاہتے تھے کہ ملک کے واحد نمائندہ با اختیار ادارہ میں اس مسئلہ کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث ہو اور ایک قومی مسئلہ کے ہر اچھے برے گوشوں کو نمایاں کیا جاسکے۔

۱۱ر دسمبر ۷۴ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے اپنی تحریک التواء میں کہا کہ :

"شیعہ سنی نصاب کی علیحدگی اور دینیات کے نصاب کو از سر نو مرتب کرنے پر بحث کی جائے، کیونکہ اس فیصلہ سے ملک کی قومی یکجہتی متاثر ہورہی ہے۔ اور ملک کی ۹۵ فیصد سنی مسلمانوں کی دینی اور ثقافتی حق تلفی ہورہی ہے۔ اس سے بھائی چارے کی فضا خراب ہو جائے گی اور ہمارے ملی اتحاد کو ٹھیس پہنچ کر یہ بات قومی و ملکی سالمیت کے لئے خطرات کا باعث بن سکے گی اور یہ مسئلہ ہماری سیاسی، اعتقادی، اقتصادی

فکری اور قومی زندگی پر اثر انداز ہو سکے گا۔ اس لئے اسے زیر بحث لایا جائے۔"

اس دن جناب پیرزادہ صاحب وزیر تعلیم ایوان میں موجود نہیں تھے تو پارلیمانی امور کے وزیر مملکت ملک محمد اختر کو تحریک کو خلاف ضابطہ ثابت کرانے کا کام سپرد تھا۔ جناب ملک محمد اختر نے تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے جو کچھ کہا وہ مغالطوں اور تضادات کا ایک شاہکار تھا۔ انہوں نے کہا کہ:

"۱۹۷۲ء میں شیعہ کمیٹی کے مطالبات پر نیازی کمیٹی نے رپورٹ مرتب کی تھی، ہم ایک متفقہ فارمولے پر پہنچے دونوں فرقوں کے رہنماؤں نے اتفاق کیا اس لئے یہ حالیہ نہیں ۷۲ء کا واقعہ ہے اور یہ قومی وعوامی مفاد کا مسئلہ بھی نہیں کہ ہم اس پر یہاں بحث کریں۔"

مولانا عبد الحق :۔ سپیکر صاحب! ۱۳ر اکتوبر ۷۶ء کو فیصلہ ہوا، لہٰذا یہ حالیہ واقعہ ہے۔

سپیکر صاحب :۔ جی ہاں میں نے ان کی یہ بات نہیں مانی چونکہ یہ ابھی ہوا ہے اس لئے وہ یہ ثابت کریں کہ اس سے قومی مفاد اور ہماری فکری و ذہنی زندگی متاثر نہیں ہو سکتی۔

مولانا عبد الحق :۔ وزیر صاحب نے کہا ہے کہ یہ شیعہ سنی رہنماؤں کے اتفاق سے ہوا ہے۔ نہیں، بلکہ ۱۲ شیعہ نمائندے اور دو حکومت کے نمائندے تھے۔ کوئی سنی عالم اس فیصلے کے وقت نہیں تھا یہ جھوٹ کہتے ہیں۔

جناب سپیکر صاحب :۔ وہ کہتے ہیں کہ قومی یکجہتی کو نقصان نہیں ہو سکتا۔

مولانا عبد الحق صاحب :۔ یہ عجیب ہے کہ ۹۵ فیصد سنی مسلمانوں کے عقائد کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ اور اگر ملک کے دو ٹکڑے کرنے والے غدار ہیں، ملک دشمن ہیں تو ہمارے مذہب کے لحاظ سے قوم کو دو ٹکڑے کرنے والے کیوں غدار نہیں۔

مفتی محمود صاحب :۔ سپیکر صاحب یہ تو واضح بات ہے کہ شیعہ سنی قدیم سے سکولوں میں یکجا پڑھتے آ رہے ہیں، یہ چیز اتحاد کی مظہر ہے۔ اب جب الگ بیٹھیں گے، الگ پڑھیں گے تو سن شعور ہی کے پہلے دن سے اپنے آپ کو الگ سمجھنے کا احساس ابھرے گا۔ دوسری بات یہ کہ آٹھویں جماعت تک ایسا نصاب ہو گا۔ جو مشترکہ ہو گا۔ اور خلفاء راشدین کا ذکر اس میں نہیں ہو گا ــــــ

سپیکر صاحب :۔ چونکہ پیرزادہ ایوان میں نہیں، کل انہیں آنے دیں اس وقت تک مولانا صاحب کی اس تحریک کو ملتوی رکھا جائے۔ ورنہ بحث غلط ہوتی جا رہی ہے۔

اس مرحلہ پر مولانا نورانی نے بھی اٹھنا چاہا، مگر سپیکر صاحب نے انہیں کل تک اس بحث کو ملتوی رکھنے کا کہا اور تحریک کل پر چھوڑ دی گئی۔

دوسرے دن ۱۲ دسمبر ۷۴ء شام کے اجلاس میں مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے پیرزادہ صاحب کی موجودگی میں تحریک التواء دوبارہ پیش کر دی۔ جناب پیرزادہ صاحب نے جوابی تقریر میں اصل مسئلہ علیحدگی سے گریز کرتے ہوئے فیصلہ کو عملی شکل دینے کی صورتحال پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی۔

جناب عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب :- جناب سپیکر صاحب! میرے دوست مولانا عبدالحق صاحب نے جو تجویز اور تحریک کی ہے۔ اس سے کوئی نتیجہ یہ کہنے کا نہیں نکلتا کہ ان کا کوئی نمائندہ نہیں۔ کمیٹی میں اسلامیات کے نئے نصاب کو مدون کرنے کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی اس میں شیعہ علماء بھی ہیں سنی بھی۔ سنی علماء میں مولانا محمد بخش مسلم، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا ضیاء القاسمی، پروفیسر محمد احمد قاضی حیدر آباد ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا قاضی مجیب الرحمان، سنی علماء کے نمائندہ ہیں۔

وزیر صاحب نے مزید کہا کہ اگر معزز ممبر چاہیں تو یہ نصاب دیکھ سکتے ہیں، وزارت تعلیم میں تشریف لاکر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ یہ نصاب دونوں طرف سے تجویز کردہ متفقہ فارمولا کے مطابق ہوگا۔ ایک نصاب مشترکہ ہوگا ایک الگ مگر کلاسیں ساتھ ساتھ ہوں گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو اس طرح تعلیم دیں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم الگ ہیں۔ اس لئے مولانا صاحب! اسے فی الحال ملتوی رہنے دیں۔ اگر خامی معلوم ہوئی تو وہ بتا سکتے ہیں۔

سپیکر صاحب :- مولانا صاحب! آپ نے وزیر تعلیم کا سن لیا کہ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا وہ نصاب کی کاپی آپ کو بھجوا دیں گے۔ یا آپ خود وزارت میں جاکر دیکھ سکتے ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب :- جناب سپیکر صاحب! مجھے چند معروضات کی اجازت عطا کریں۔

بات یہ ہے کہ اس وقت اس میں کوئی شک نہیں کہ ملی اتحاد کا تقاضا یہ تھا کہ ایسے وقت میں یہ مسئلہ نہ اٹھایا جاتا جبکہ ایک مسئلے (قادیانی مسئلہ) کو قومی اسمبلی نے حل کرنے کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اور ابھی فضا قائم ہوگئی تو آپس میں نزاع والی باتیں نہ چھیڑی جائیں تو بہت بہتر ہے۔ تو اہل سنت والجماعت نے نصاب تعلیم کی علیحدگی کا مطالبہ کبھی بھی اور ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ ہمارے شیعہ بھائیوں نے کیا ہے۔ تو میری گذارش یہ ہے کہ جب نصاب پر دونوں کا اتفاق ہے اور ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اس میں اختلاف یا کسی فریق کی دلآزاری ہو تو پھر ایسا مطالبہ کیا کیوں جارہا ہے۔ آٹھویں کلاسوں تک قرآن اور اخلاقیات کا ذکر ہوگا، نماز کا ذکر ہوگا، مگر سیرت وسوانح کا نہیں۔ پھر اگر نماز بھی ایک ہے، اخلاقیات

بھی ایک۔ تو علیحدگی کا مقصد کیا۔

شیعہ ہمارے بھائی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت ہمیشہ رواداری سے کام لیتے ہیں۔ سابقہ برسوں میں شیعہ بھائیوں کی وزارتِ عظمیٰ اور صدارت تک کو بھی بخوشی برداشت کرتے چلے آرہے ہیں۔

سپیکر صاحب :- مولانا ابھی میں اس بحث کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔

مولانا نورانی صاحب :- جناب ! مولانا تو رواداری کی بات کر رہے ہیں کہ اسے قائم رکھنے کی ضرورت ہے۔

مولانا عبدالحق صاحب :- ہمارے طرف سے نصاب کی علیحدگی کا کوئی مطالبہ نہیں۔

پیرزادہ صاحب :- سپیکر صاحب یہ درست نہیں ہے۔ یہ ہم کس چیز پہ بحث کر رہے ہیں۔

مفتی محمود صاحب :- کیا وزیر صاحب کے لئے کوئی قانون یا ضابطہ نہیں۔ مولانا صاحب بول رہے ہیں۔ اور یہ آپ سے اجازت لئے بغیر جب چاہیں کھڑے ہو جائیں۔

پیرزادہ صاحب :- مولانا صاحب بولتے جا رہے ہیں اور میری نہیں سنتے۔

سپیکر صاحب :- مولانا صاحب وزیر تعلیم نے کہا ہے کہ آپ کے خدشات درست نہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب :- سپیکر صاحب گذارش یہ ہے کہ

سپیکر صاحب :- میں ایوان میں اس پر بحث کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہو سکتا، ایک مسئلہ ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہاں زیر بحث لانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ (حالانکہ مولانا یہی چاہتے تھے کہ یہ مسئلہ ملک بھر میں اٹھایا ہی نہ جائے۔ مرتب) مگر اس مرحلہ پہ سرکاری بنچوں نے سپیکر صاحب کے الفاظ پہ تالیاں بجائیں۔

مفتی محمود صاحب :- جناب والا ہم چاہتے ہیں کہ مسئلہ پیدا نہ ہو اور یہ لوگ تالیاں بجا رہے ہیں کہ مسئلہ پیدا ہو۔ یہ تالیاں قوم کو لڑانے پر بجائی جا رہی ہیں۔ ہم لوگ صدیوں سے اکٹھے رہ رہے ہیں، مگر آپ قوم کو الگ کر رہے ہیں۔

پیرزادہ صاحب :- میں سب دکھا سکتا ہوں وزارتِ تعلیم میں آئیں، آپ کو غلط نظر آئے تو۔

مفتی محمود صاحب :- ہم تو چاہتے ہیں کہ اختلاف بالکل پیدا نہ ہو۔ ہم شیعہ سنی ایک یونٹ ہیں ہم قوم کو اختلاف میں دھکیلنا نہیں چاہتے، مشترکہ نصاب سے خلافتِ راشدہ کا باب نکالا جا رہا ہے۔

سپیکر صاحب :۔ مولانا عبدالحق صاحب ! آپ نے تحریک میں کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس بات سے قومی یکجہتی متاثر ہو رہی ہے۔ محض ہوا میں معلق ایک تحریک پیش کر دی ہے۔ لہٰذا میں اسے مسترد کرتا ہوں۔

—— اس مرحلہ پر ایوان میں مولانا عبدالحق مدظلہ مفتی محمود صاحب اور وزیر تعلیم میں خاصی گرما گرمی پیدا ہوئی اور دونوں کو ایک دوسرے پر قوم کو الگ کرانے کے الزامات دہرائے گئے۔ مگر یہ فیصلہ تو آگے چل کر حالات اور تاریخ سے ہو سکے گا کہ نصاب تعلیم کے ذریعہ علیحدگی اور انتشار کی بنیاد ڈالی گئی یا نہیں —— اور یہ کہ اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ مگر مولانا عبدالحق اور ان کے ساتھی ارکان نے ایک نازک قومی مسئلہ پر اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی۔

ربوہ میں قادیانیوں کے سالانہ اجتماع پر تحریک التواء دسمبر کے آخر میں ربوہ میں بڑے پیمانے پر قادیانیوں کے عالمی اجتماع کی خبریں آچکی ہیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت دئے جانے کے بعد ظاہر ہے کہ ایسے اجتماع میں کیا کیا تدبیریں اور ملک و ملت کے خلاف سازشیں زیر غور آئیں گی ۔حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ نے ۱۰ر دسمبر کو قومی اسمبلی میں اس مسئلہ کو تحریک التواء کے ذریعہ زیر بحث لانا چاہا۔ اقلیتی امور کے وزیر ملک محمد جعفر نے تحریک کے نفسِ مضمون سنانے کی بھی مخالفت کی اور اسے زیر بحث لانا بھی مفادِ عامہ کے خلاف (؟) قرار دیا۔ سپیکر نے دوسرے دن پر اپنا فیصلہ ملتوی کر دیا۔ دوسرے دن ۱۹ر دسمبر کو سپیکر نے کہا کہ گو وزیر موصوف تو تحریک پیش کر دینے کے بھی خلاف ہیں مگر مجھے اس سے اتفاق نہیں محرک مولانا (مدظلہٗ) اسے پیش تو کر سکتے ہیں۔ البتہ اسے زیر بحث نہ لایا جائے۔ مولانا عبدالحق مدظلہٗ نے تحریک پیش کر دی جس کا متن یہ تھا کہ :

" ماہِ رواں کے آخری ہفتہ میں قادیانیوں کا وسیع پیمانہ پر سالانہ اجتماع کے انعقاد کی خبریں آچکی ہیں اور یہ بھی کہ اس اجتماع میں بھارت سمیت باہر ممالک سے بھی وفود شرکت کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ اجتماع عالم اسلام اور مسلمانوں کے نام پر ایک ایسا گروہ کر رہا ہے جسے آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے۔ اور خطرہ ہے کہ اجتماع اور اس کی تقاریر سے مسلمانوں کی دلآزاری ہوگی بلکہ ملک کی سالمیت کے خلاف بھی سکیمیں زیر غور لائی جائیں گی اس لئے اس اہم ترین مسئلہ پر قومی اسمبلی غور کرے۔"

تحریک کے بعد سپیکر کے روکنے کے باوجود مولانا نے کہا کہ آئینی ترمیم میں عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف تبلیغ کو قابلِ تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس اجتماع میں کھلم کھلا ختم نبوت کے خلاف پرچار کیا جائیگا۔ اس لئے ایسا اجتماع آئین کی صریح خلاف ورزی ہے —— سپیکر نے کہا کہ چونکہ اس مسئلہ پر ۳ ماہ مسلسل غور ہو چکا ہے۔ ہر روز اسے اٹھایا نہیں جا سکتا۔ اور یہ کہ اب بطور اقلیت انہیں شہری حقوق دینے ہونگے۔ مولانا مدظلہٗ نے جواب دیا کہ شہری حقوق وہی ہونے چاہئیں جو آئین کے خلاف نہ ہوں —— مگر سپیکر نے تحریک مسترد کر دی۔

شیعہ سنی نصاب دینیات کی علیحدگی کا مسئلہ

حضرت مولانا محمد اسحاق سندیلوی صدیقی۔ کراچی

سرکاری مدارس میں
شیعہ مذہب کی تعلیم

کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ حکومت نے ان سب امور کو نظر انداز کر کے اہل سنت کی مرضی کے خلاف سکولوں میں شیعہ نصاب پڑھانے کا فیصلہ کر دیا۔ قوم میں سُنی ذہن کا فقدان ہی ان باتوں کا سبب ہے۔ کیا حکومت کو اب دوسری اقلیتوں کے ایسے مطالبات بھی پورے کرنے ہوں گے؟ اور کیا یہ قومی و ملی یکجہتی کے ساتھ ایک ظالمانہ مذاق نہیں ــــــ؟

ادارہ

اہل سنت کی اور زعماء ملت کی بے حسی کی وجہ سے سرکاری درس گاہوں میں شیعہ دینیات کی تعلیم کا شیعی مطالبہ منظور ہو گیا ہے۔ جب یہ مطالبہ شیعوں کیطرف سے پیش کیا گیا تھا تو اہل سنت کے حساس اور فہیم طبقہ نے اس کے خلاف بار بار احتجاج کیا اور حکومت سے درخواست کی کہ یہ مطالبہ نہ منظور کیا جائے۔ اس کے ساتھ عوام اہل سنت کو اس کی مضرتوں سے آگاہ کیا۔ مگر نہ حکومت نے ان کے احتجاج پر کان دھرا اور نہ عوام اہل سنت میں وہ بیداری پیدا ہوئی جو حکومت کی گراں گوشی دور اور اسے سنیوں کی بات سننے پر مجبور کر دیتی۔ پھر بھی شیعوں کا یہ مطالبہ ماننے میں حکومت کو تردد تھا۔ مگر انہیں ایک سنہرا موقع مل گیا۔ جب اہل سنت نے قادیانیت کے بارے میں ایجی ٹیشن شروع کیا۔ اس میں چند شیعہ ازراہ تقیہ شامل ہو گئے۔ عام طور پر بحیثیت قوم شیعوں کی ہمدردی قادیانیوں ہی کے ساتھ رہی۔ چنانچہ جب سماجی مقاطع کی تحریک شباب پر تھی اسوقت چالیس شیعی علماء و زعماء کا بیان بائیکاٹ کی مذمت اور قادیانیوں کی حمایت میں شائع ہوا۔ سنیوں کا بھولا پن ملاحظہ ہو کہ انہوں نے ان دو چار شیعوں کو پوری شیعی ملت کا نمائندہ سمجھا جو ان کے ساتھ تھے اور ان کے ان چالیس نمائندوں کو نظر انداز کر دیا۔ سنیوں

کی اس سادگی اور حد سے گزری ہوئی وسعت قلب سے فائدہ اٹھا کر شیعوں نے اپنے بے جا
مطالبات منظور کرالئے اور سنی زعماء کی مجرمانہ غفلت و بے حمیتی کی وجہ سے کسی طرف سے اسکے
خلاف آواز نہ اٹھی۔ چند سیاسی علماء اہلسنت نے احتجاج کیا تو شنوائی نہ ہوئی عوام اہل سنّت کو خبر ہی
نہ ہوئی کہ کیا ہوا اور انہیں کتنا نقصان پہنچا دیا گیا۔؟

تحریک تحفظ ختم نبوت میں شیعوں کی برائے نام شرکت کی وجہ سے ہمارے سنی بھائی رواداری
کے شرعی حدود کو بھی پار کر گئے اور اس حد تک پہنچ گئے جہاں تک پہنچنا شریعت اور عقل دونوں کی
نظر میں نامناسب اور ناجائز ہے۔ مگر شیعوں کی طرف سے یہ صلہ ملا۔ کہ مسلک اہل سنّت کے خلاف
ان کی سرگرمیاں تیز ہوگئیں۔ انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے مطالبات حکومت سے منظور
کرالئے، حالانکہ سنی ان سے اختلاف کا اظہار اسوقت سے بہت پہلے کر چکے تھے۔ شیعوں کے
مذہبی رسائل و اخبارات کے چند نمبر دیکھ لیجئے آپ انہیں اہل سنّت و مسلک اہل سنّت کے خلاف
زہر افشاں پائیں گے۔ بطور نمونہ شیعی ماہنامہ "معارف اسلام" ہی کے چند نمبر ملاحظہ فرمالیجئے۔ اتنے
دل آزار مضامین ملیں گے جنہیں پڑھنا بھی آپ کیلئے دشوار ہوگا۔ اسی مدت میں یوم حسینؓ کے نام سے
شیعوں کے تبلیغی جلسوں کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا جو پورے پاکستان میں پھیلایا گیا اور جس میں دل آزار
تقریریں کرکے سنیوں کی دلآزاری کے علاوہ ناواقف اور جاہل سنیوں کو شیعہ بنانے کی کوشش کی گئی
یہ کوشش خاص حد تک کامیاب ہوئی اور میرپور خاص کے قریب دیہات میں تبدیل مذہب کے
واقعات کی بھی اطلاع ملی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو شیعہ سلطنت اور یہاں کے سنیوں کو شیعہ بنانے کا منصوبہ
تو پاکستان بننے سے پہلے ہی بنالیا گیا تھا۔ مگر ہمارے زعماء کی بے حمیتی اور سادہ لوحی کی وجہ سے
دین سے ناواقف عوام اہل سنّت غفلت میں مبتلا رہے اور آج بھی انہیں وجوہ سے ہم دام تزویر
میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہمارے سنی زعماء اجتماعی مسائل خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی ہمیشہ دنیاوی ذہن
سے سوچتے ہیں۔ اجتماعی معاملات میں "دینی ذہن" تقریباً مفقود ہے۔ ان زعماء اور قائدین میں جو حضرات
دیندار اور متقی بھی ہیں وہ بھی اجتماعیات میں "دنیاوی اور سیکولر" ذہن سے سوچنے کے عادی ہیں۔
اس سے مستثنیات بھی ہیں مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اور اجتماعیات خصوصاً سیاسیات میں ان
کی آواز عموماً بے اثر رہتی ہے۔

دین ہمارے نزدیک مذہب اہل سنّت سے عبارت ہے اور "دینی ذہن" کے معنی "سنی ذہن"

ہیں۔ قوم میں "سنی ذہن" کا فقدان ہی ہماری تباہیوں کا سبب ہے۔ اور اگر ہمارا اجتماعی ذہن "سنی" نہ بنا تو یقین کیجئے کہ دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے ہم تباہ ہو جائیں گے۔ اور روزِ قیامت اپنی غفلت، بے حسی، اور بے حمیتی کے جرائم عظیمہ کی باز پرس کا کوئی جواب ہم سے نہ بن پڑے گا۔

سرکاری تعلیم گاہوں میں شیعہ دینیات کی تعلیم کا انتظام کس طرح جائز اور مناسب نہیں کہا جا سکتا۔ مندرجہ ذیل امور پر نظر کرنے سے اس اقدام کی غلطی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

۱۔ دنیا کے ہر جمہوری ملک میں اکثریت کے مذہب کی تعلیم کا انتظام سرکاری طور پر ہوتا ہے۔ اقلیتوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام حکومت نہیں کرتی مثلاً ہمارے پڑوسی ملک ایران میں سرکاری طور پر صرف شیعہ مذہب کی تعلیم کا انتظام ہے۔ حالانکہ وہاں اہل سنّت کی تعداد پاکستان کے شیعوں سے بہت زائد ہے۔ یہاں اہلسنت کی تعداد تقریباً نوّے ۹۰ فیصد ہے۔ شیعوں کی تعداد تین فیصد سے زائد نہ ہو گی۔ بخلاف اس کے ایران میں سنیوں کی تعداد سرکاری مردم شماری کے مطابق اٹھارہ ۱۸ فیصد اور حقیقتاً اس سے بھی زائد ہے۔ بعض شیعوں کا یہ دعویٰ کہ وہ پاکستان میں ڈھائی کروڑ ہیں۔ بالکل غلط اور کذب صریح ہے۔ پورے پاکستان میں ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس لاکھ ہو گی۔ اگر صحیح طریقہ سے مردم شماری کی جائے تو تعداد اس سے کم ہی نکلے گی زیادہ نہیں۔

۲۔ سنّی شیعہ اتحاد کی افیون اہل سنّت کے حلق سے اتارنے کیلئے جھوٹے پروپگنڈے سے کام لیکر بہت سے اہلسنت کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ کہ سنیوں اور شیعوں کے درمیان اختلافات فروعی ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب اہلسنت اور مذہب شیعہ کے درمیان بنیادی اختلافات ہیں۔ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی سنّی مذہب کی نفی پر ہے۔ ان میں سے بعض باتیں تو اسقدر واضح اور مشہور ہیں کہ ہر سنّی ان سے واقف ہے۔ مثلاً جن حضرات کی محبت و عظمت کو ہم ایمان کا تقاضا اور سرمایۂ آخرت سمجھتے ہیں اور ان کی خاک قدم کو بھی اپنی جان و آبرو ہر چیز سے زیادہ قیمتی جانتے ہیں۔ ان کے ساتھ شیعوں کو اس قدر شدید عداوت ہے کہ ان کی تنقیص و توہین اور ان سے تبرا ان کے مذہب کا بنیادی جزو ہے۔ اور مثلاً عقیدہ امامت شیعہ مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے جس پر اسکی پوری عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ اور اہل سنّت کے نزدیک عقیدہ امامت بالکل باطل ہے۔ کیونکہ سنّی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اور عقیدہ امامت عقیدہ ختم نبوت کے بالکل خلاف ہے۔ جو شخص امامت کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کا ایمان ختم نبوت پر نہیں ہو سکتا ——— یہ دو باتیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی دونوں مذہبوں میں بکثرت

بنیادی اختلافات موجود ہیں۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ مذہب اہل سنّت اور مذہب شیعہ کے درمیان اصولی طور پر کوئی چیز بھی مشترک نہیں۔ ان بنیادی اور اصولی اختلافات کے ہوتے ہوئے کس قدر بے انصافی ہے کہ اکثریت کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے مذہب کی نفی اور اپنے بزرگان دین کی توہین و تنقیص کرنے والے مذہب کی تعلیم کا بندوبست کرے۔ اور ایسے مذہب کی اشاعت کی ذمہ داری لے جو اس کے دین و مذہب کی نفی کرتا ہے۔ اس تصریح کی حاجت نہیں کہ جمہوریت میں حکومت کے اعمال اکثریت ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور اکثریت ہی انکی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اور اسی پر اس کے اقدامات کا اثر بھی زیادہ پڑتا ہے۔

۳۔ اگر شیعوں کیلئے دینی تعلیم کا انتظام حکومت کرتی ہے۔ تو دوسری اقلیتیں بھی اس کا مطالبہ کر سکتی ہیں۔ قادیانی، ذکری، بہائی، ہندو، اسماعیلی شیعہ، بوہرے شیعہ، وغیرہ بھی اپنی مذہبی تعلیم کے سرکاری انتظام کا مطالبہ کریں تو حکومت کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ اور کیا ان سب کا انتظام کرنا حکومت کے بس میں ہے؟

۴۔ مذہب اہلسنت کی تعلیم کسی کیلئے بھی دلآزار نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ کسی کو گالیاں دینا یا کسی پر لعنت و تبرّا بھیجنا اس کا جزو یا اس میں لازم نہیں۔ بخلاف اس کے شیعہ مذہب کی تعلیم اہلسنت کیلئے سخت دلآزار ہے۔ کیونکہ کبار اصحاب اور حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ازواج مطہرات پر طعن و تشنیع اور ان پر تبرّا شیعہ مذہب کا ایک بنیادی جزو ہے۔ کسی مشترک تعلیمی ادارے میں اس قسم کی تعلیم کا نتیجہ اہلسنت کی سخت دل آزاری اور فتنہ و فساد کی صورت میں نکلے گا۔ مزید یہ کہ یہ کیسا ظلم ہے۔ کہ اکثریت کو تبرّا سننے پر مجبور کیا جائے اور اقلیت کے لئے ان کی دلآزاری کا موقع فراہم کیا جائے۔

—— کس قدر حیرت انگیز اور افسوس ناک بات ہے کہ حکومت نے ان سب امور کو نظر انداز کر کے اہلسنت کی رائے اور مرضی کے خلاف یہ غیر منصفانہ فیصلہ کر دیا کہ شیعہ دینیات کی تعلیم سرکاری اداروں میں دی جائے۔ پھر اس کے عملی نفاذ کی جو صورت تجویز کی گئی ہے وہ تو اہلسنت کیلئے سخت ضرر رساں بلکہ تباہ کن ہے۔ اس موقع پر وزیر اعظم نے جو اعلان فرمایا ہے۔ پہلے اس کے مندرجہ ذیل فقرے پر غور فرمائیے ——:

"مجھے یقین ہے کہ تصفیہ کے مطابق شیعہ اور سنّی علماء وزارت تعلیم کے نمائندوں کے ساتھ مل کر ۱۹۷۵ء کا تعلیمی سال شروع ہونے سے قبل نصاب کو آخری شکل دینے کا کام مکمل کریں گے جو دونوں فرقوں کے لئے قابل قبول ہو۔"

سوال یہ ہے جب دونوں مذہبوں میں بنیادی اور اصولی اختلافات ہیں۔ یہاں تک کہ دین اور مذہب کا تصور بھی دونوں کے نزدیک جدا جدا ہے تو ایسا نصاب کیسے بن سکتا ہے۔ جو دونوں کے نزدیک قابل قبول ہو۔ کیا ایسا کوئی نصاب بن سکتا ہے جو مسلمانوں اور قادیانیوں دونوں کے نزدیک قابل قبول ہو۔؟ اگر نہیں تو سنیوں اور شیعوں کا نصاب دینیات ایک اور دونوں کے نزدیک قابل قبول کیسے ہو سکتا ہے۔؟

یہ بات بہت اہم ہے کہ یہ فیصلہ بالکل یکطرفہ ہے۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو یہ فیصلہ جس کمیٹی نے کیا ہے اس میں ایک بھی سنی نمائندہ شریک نہ تھا۔ جناب پیرزادہ صاحب کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ وہ شیعہ ہیں یا سنی۔ اگر وہ سنی بھی ہوں تو ان کی شرکت کو سنیوں کی نمائندگی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ وہ رکن حکومت کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے نہ کہ سنیوں کے نمائندے کی حیثیت سے۔ حکومت کے دوسرے نمائندے رفیع رضا صاحب شیعہ ہیں۔

ان دو حضرات کے علاوہ جملہ ارکان مجلس شیعہ اور شیعہ جماعتوں کے نمائندے ہیں ایسی کمیٹی کے فیصلے کو ہرگز کوئی سمجھوتہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اہل سنت کے خلاف کھلا ہوا جارحانہ فیصلہ ہے جو شیعوں نے کیا ہے۔ اس شیعہ کمیٹی نے جو عملی تجویزیں پاس کی ہیں، ان میں سے پہلی تجویز یہ ہے :

۱۔ پہلی جماعت سے آٹھویں جماعت تک تمام طلبہ کو مشترک نصاب پڑھایا جائے گا، جس میں یہ چیزیں شامل ہوں گی۔ (۱) قرآن مجید اور نماز ۔ (۲) سیرۃ النبی ۔ (۳) اخلاقیات ۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان میں کیا چیز اہل سنت اور شیعوں کے درمیان مشترک ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں سے کسی چیز میں بھی فریقین کے درمیان اشتراک اور اتفاق نہیں۔ یہاں ہم اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتے کہ درحقیقت شیعوں کا اعتقاد قرآن کریم کے متعلق کیا ہے۔؟ اور اس سے بھی قطع نظر کرتے ہیں کہ تفسیر قرآن میں فریقین کے درمیان کتنے شدید اختلافات ہیں۔ ان امور سے قطع نظر کرنے کے باوجود اس مسئلہ کی اہمیت کم نہیں ہوتی — کہ نفس قرأت میں بھی فریقین کے درمیان خاصا اختلاف موجود ہے۔ نماز کا اختلاف تو اتنا واضح ہے کہ عامی اور جاہل بھی اسے جانتا ہے۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں وہ مسائل تقریباً سب کے سب سامنے جاتے ہیں جن میں اہل سنت اور شیعوں کے درمیان اصولی اور بنیادی اختلاف ہے۔ بلکہ مطالعہ سیرۃ کے بارے میں فریقین کا نقطہ نظر اور زاویہ بصر ہی جداگانہ اور مختلف ہے۔

کوئی مجھے سمجھائے کہ معلم فریقین کے طلبہ کو "غدیر خم" کے واقعات کس طرح پڑھائے گا۔؟ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حادثہ جانکاہ کا بیان کس عنوان سے کرے گا۔؟ ان واقعات کے بارے میں وہ سنی طرز فکر اختیار کرے گا یا شیعی۔؟ ان سب واقعات وحالات کے بارے میں فریقین کے درمیان شدید اختلافات ہیں۔ اور یہ تو چند مثالیں ہیں، اختلافات کی تعداد تو اس سے بہت زائد ہے۔ نفس سیرت کے علاوہ لوازم سیرۃ میں تو اختلافات اس سے بہت زائد ہیں۔ واضح بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا بیان آنحضورؐ کے اصحاب کرام کے تذکرے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کیا ہجرت یا بیعت رضوان غزوہ بدر وغیرہ کی تفصیل صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان ذی النورین اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے تذکرے کے بغیر کی جا سکتی ہے؟ اور کیا معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تعلیم وتربیت اور قوت تزکیہ وتطہیر کا بیان صحابہ کرامؓ کے پاکیزہ احوال کو بطور نمونہ سامنے لائے بغیر کیا جا سکتا ہے۔؟ سب کو معلوم ہے کہ مذہب شیعہ میں صحابہ کرامؓ کا کیا تصور پیش کیا گیا ہے۔ اہل سنت تو اس تصور کو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔۔۔

اخلاقیات بھی تفصیلی درجہ میں فریقین کے نزدیک مشترک نہیں۔ اجمالی طور پر بعض اخلاقی معیاروں میں وحدت سمجھ میں آتی ہے۔ مگر وہ تو ہندوؤں اور مسیحیوں میں بھی موجود ہے۔ سوال تو تفصیل کا ہے۔ معیار اخلاق اور ان کے اقدار کے اختلاف کے ساتھ ماخذ اخلاقیات ہی دونوں مذہبوں میں مختلف ہیں۔ اہل سنت اخلاق حسنہ کا سرچشمہ کتاب اللہ اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کا عملی نمونہ صحابہ کرامؓ کے تعامل کو جانتے ہیں۔ جبکہ شیعہ ان میں سے گنتی کے نو آدمیوں کو مستثنیٰ کر کے سب کو بہت برا سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ جس چیز کو ہم سنت نبوی کہتے ہیں وہ ان کے نزدیک قابل اعتماد ہی نہیں۔ ان شدید اور بنیادی اختلافات کی موجودگی میں ہمارے اور ان کے اخلاقی تصورات یکساں کیسے ہو سکتے ہیں۔؟

نصاب کے متعلق اسی سلسلہ میں ایک تجویز یہ ہے:

"شیعہ اور سنی علماء پر مشتمل ورکنگ گروپ بنایا جائے گا۔ جو اسلامیات کے نصاب کی تفصیلات تیار کرے گا۔ تاکہ ایسے مواد سے اجتناب کیا جائے۔ جس سے دوسرے فرقے کے جذبات مجروح ہونے کا امکان ہو۔"

سوال یہ ہے کہ جذبات مجروح ہونے کا معیار کیا ہے۔؟ اور اس کا فیصلہ کس طرح ہو گا۔؟ اگر

شیعہ حضرات خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہؓ وحضرت ابوسفیانؓ وحضرت عمرو بن العاصؓ کے تذکرے سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ تو کیا ان سب حضرات کا تذکرہ نصاب سے خارج کر دیا جائے گا۔؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بچوں کے ذہن میں شیعیت کے زہریلے انجکشن لگائے جائیں گے۔ اور درحقیقت مشترک نصابِ تعلیم کے پردے میں آئندہ نسل کو شیعہ بنانے اور مذہب اہل سنّت کو مٹانے کا منصوبہ کارفرما ہے ——— شیعہ جو تصوّر حضرت علیؓ کا پیش کرتے ہیں۔ اور جس طرح وہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی درجہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے اہل سنّت کے جذبات یقیناً مجروح ہوتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ شیعہ انہیں وصی رسول اور خلیفہ بلافصل کہتے ہیں۔ جو ہمارے لئے سخت دلآزار ہے۔ علیٰ ہذا ان کا نظریۂ امامت ہمارے عقیدہ ختمِ نبوت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے جذبات کو مجروح کرتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ شیعہ مذہب کے اکثر اجزاء اہل سنّت کے جذبات کو مجروح کرنے والے ہیں۔ جب صورت واقعہ یہ ہو تو اہل سنّت اور شیعوں کیلئے کسی مشترک نصاب کا تصوّر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور سرکاری اداروں میں شیعہ مذہب کی تعلیم کا انتظام کرنا اہل سنّت کے خلاف ایک جارحانہ اقدام، مذہب اہلسنت کو مٹانے کی ایک تدبیر اور سنیوں پر ظلم کے مترادف ہے۔

کیا اہل سنّت کی حمیت دینی بالکل مردہ ہو چکی ہے۔؟ اگر نہیں تو اسکی زندگی کا ثبوت دینے کا یہی وقت ہے۔ انہیں اس صورتِ حال کے خلاف شدّت کے ساتھ پُرامن احتجاج کرنا چاہیے اور ثابت کر دینا چاہیے کہ جب تک سنیوں کا ایک فرد بھی زندہ ہے اس وقت تک یہ نظامِ تعلیم نافذ نہیں ہو سکتا۔

معلوم نہیں ہمارے سیاسی لیڈر کیا کر رہے ہیں۔؟ اگر وہ مذہب اہل سنّت کی حفاظت نہیں کر سکتے تو انہیں اہل سنت کی قیادت کا کیا حق ہے۔؟ جو علماء اہل سنّت اسوقت ساکت ہیں ان کا سکوت بھی جرمِ عظیم ہے۔ فردائے قیامت انہیں اسکی جواب دہی کرنا پڑے گی۔ ▬ ▬

قومی اسمبلی میں

۱۸ دسمبر ۷۸ء

اسلام نے عورت کو عزت دی یورپ نے اسے ذلیل کیا

قومی اسمبلی میں عورتوں کے حقوق پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی تقریر

۱۸ دسمبر کو قومی اسمبلی کے غیر سرکاری دن پر بیگم نسیم جہاں رکن اسمبلی نے خواتین کی حیثیت متعین کرنے کیلئے ایک کمیشن کے قیام سے متعلق اپنی قرارداد پیش کی محرکہ کی تقریر کا خلاصہ عورتوں کو حقوق کے نام سے آزادی کا مطالبہ کرنا تھا۔ اس طرح اسمبلی میں عورت کے معاشرہ میں مقام اور ترقی پسندی اور آزادی کی حسن و قبح زیر بحث آئی اس دن شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی تقریر سب سے مفصل اور دلچسپ اور اعتدال پر مبنی قرار دی گئی حضرت مدظلہ نے اپنی تقریر میں کہا:

محترم سپیکر صاحب! میں بیگم صاحبہ کی قرارداد پر مختصراً کچھ عرض کروں گا۔ اسلام نے عورتوں کو جو عزت دی ہے، کہیں اور اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ بھی زمانہ تھا کہ جب لڑکی پیدا ہو جاتی تھی تو یہ چیز شرمندگی اور ذلت کی بات سمجھی جاتی تھی۔ اس کا چہرہ شرم کے مارے سیاہ پڑ جاتا تھا۔ اسلام نے آکر ہمیں بتایا کہ جس کی لڑکی پیدا ہو یہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور شکرانہ میں ایک دنبہ عقیقہ کرے۔ اس کے بعد بچی بہن بیٹی کا پالنا بھی عظیم اجر و ثواب کا عمل تبلایا گیا۔ ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ جس نے دو بہنوں بیٹیوں کو اچھی طرح پالا تربیت دی تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اس سے بڑھ کر فضیلت اور عزت کیا ہو گی۔ کسی قوم میں یہ نہ تھا کہ عورتوں کو وراثت دی جائے یہ اسلام ہی تھا جس نے باپ بھائی شوہر بیٹے کی میراث میں بھی عورت کو حقدار بنایا۔ اسلام نے زمین دولت جائداد، نقدی ہر اثاثہ میں اسے حصہ دیا لڑکے کو دہرا اور لڑکی کو ایک حصہ۔ اور یہ بھی اس لئے کہ مردوں کی ذمہ داریاں بھی دوہری ہوتی ہیں۔ مرد پر دوہرا بوجھ ہے۔ بلوغ سے قبل اولاد کا نان و نفقہ والد کے ذمہ ہوتا ہے مگر لڑکی کے بارہ میں شرعی قانون یہ ہے کہ بلوغ کے بعد بھی شادی تک لڑکیوں کا خرچ اخراجات والدین کے ذمہ ہے۔ لڑکوں کا بلوغ کے بعد نان و نفقہ کا کوئی حق نہیں۔ شادی ہو جانے کے بعد ایک تو مرد اسے مہر دیگا اس کے علاوہ نان و نفقہ سکونت بھی شوہر کا ذمہ ہے۔ خدا اور رسول کے بعد سب سے بڑا مہربان والد اور دادا ہوتا ہے۔ ان

دونوں نے اگر لڑکی کی نابالغی میں شادی کرا دی تو وہ چونکہ بے حد مشفق ہیں اور بچی اپنا نفع نقصان نہیں سمجھ سکتی اس لئے یہ نکاح نافذ ہوگا پھر بھی بلوغ تک پہنچنے کے بعد فقہی تفصیلات ہیں۔ لیکن جب لڑکی بالغ ہوگئی تو باپ دادا بھی اس کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہیں کرا سکتا۔ وہ اپنی لڑکی سے پوچھے گا، ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، کہا ہمارے اپنے نفس پر نکاح کا حق ہے یا نہیں۔ پھر فرمایا کہ میرے والد نے میرا نکاح مجھ سے پوچھے بغیر پڑھا دیا ہے۔ تو کیا ہمارے سے پوچھنے کا بھی حق تھا یا نہیں حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ نہیں تیری مرضی کے بغیر نکاح تیری مرضی پر موقوف ہے۔ اگر نافذ کرا دو تب بھی نہ چاہو تب بھی مرضی ہے۔ عورت نے کہا یا رسول اللہ مجھے اب والد ہی کا نکاح منظور ہے۔ مجھے ان پر بدگمانی نہیں، محض یہ معلوم کرنا تھا کہ کیا ہمیں اپنے نفس پر اختیار نہیں اس سے معلوم ہوا کہ مرضی کو کتنا دخل ہے۔ الغرض نکاح کے بعد روٹی کپڑا مکان یہ سب کچھ شوہر کے ذمہ لازم ہے۔ وہ روٹی کپڑا اپنی حیثیت کے مطابق دے گا۔ یہ نہیں کہ دس ہزار کمائے تو ساری دولت داشتاؤں پر خرچ کرے، بیوی بچوں کا پوچھے بھی نہیں۔ اگر استطاعت ہے تو پلاؤ مرغ کھلائے گا۔ نکاح کے بعد اس کا سکونتی گھر شوہر کے ذمہ لازم ہے۔ ملکیتی نہ ہو تو نہ ہو۔ پھر وہ بیوی گھر کی ملکہ ہے۔ شریعت کے مطابق اگر شوہر غنی ہے تو بچے کے دودھ کے لئے دایہ بھی مہیا کرے گا۔ اگر ماں نہ دینا چاہے تو دودھ پلانے والی لاکر اس کی تنخواہ شوہر برداشت کریگا۔

گھر کا کام کاج بھی بیوی پر لازم نہیں اگر اپنے تبرع اور احسان کے طور پر کرے تو بہتر ورنہ شوہر اگر استطاعت رکھتا ہے تو بیوی کے لئے گھریلو کام کیلئے ملازم رکھنے کا بھی پابند ہے۔ یہ سب اسلام کے احسانات ہیں اور ہر قسم کے حقوق اسلام نے عورتوں کو دیدئے۔

ہم نے یورپی تہذیب کی تقلید میں اور جہالت کی وجہ سے اسلام کو ہوا سمجھ لیا ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ حقوق الگ چیز ہیں اور اس نام پر آزادی اور ترقی پسندی الگ چیز اسلام عورتوں کو بے پردگی کی آزادی نہیں دیتا۔ یہ خطرات سے مقابلہ ہے۔

آپ دودھ، گوشت بلی کے سامنے رکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس میں دخل اندازی نہ کرے۔ اسلام عورت کو غنڈوں بدمعاشوں بلوں اور کتوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ وہ اسے ہیرے اور جواہرات کیطرح حفاظت کی چیز سمجھتا ہے۔ آج ہم عورت کی تذلیل دیکھ رہے ہیں۔ مغربی تہذیب کی وجہ سے وہ شمع محفل بن گئی، ٹکے ٹکے کی چیزوں پر اسکی ننگی تصویر، صابن پر اسکی تصویر ہر چیز کے بیچنے کے لئے عورت کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اخبارات میں اسکی عریاں اور بے ہودہ تصویر چھپتی

ہے۔ ہر مرد کی نگاہ ہوس اس پر پڑتی ہے۔ اور اسے یورپ نے کھلونا بنا دیا ہے۔ یہ ترقی نہیں تحقیر اور تذلیل ہے۔ میں بیگم نسیم جہاں کی قرارداد پر گذارش کروں گا کہ بیشک عورتوں کی حیثیت کا کمیشن بنایا جائے حقوق طلب کئے جائیں مگر وہ حقوق جو اسلام کے دائرہ میں ہوں مخلوط تعلیم نے اور بازاروں میں گھومنے پھرنے سے عورت پر ظلم ہو رہا ہے۔ اسلام نے حج عبادت کے لئے بھی عورت کو بغیر محرم سفر کرنے کی اجازت نہیں دی یہاں بیرونی دوروں اور تفریحات کو حقوق کا نام دیا جا رہا ہے۔ بہرحال میں اس قرارداد کے سلسلہ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ عورتوں کی ان تمام سرگرمیوں اور تحریکوں کو اسلام کے دائرہ میں لایا جائے جو اسلامی احکام کے خلاف ہیں۔ ■■

دعواتِ عبدیتِ حق
ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

از شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہٗ

اسلام انسانیت کیلئے عزّت اور سرخروئی کا پیغام

خطبۂ جمعہ ۱۰ر اگست ۱۹۷۸ء جامعہ اسلامیہ ، راولپنڈی صدر

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقون لایفقھون وقال عمر رضی اللہ عنہ الحمد للہ الذی اعزنا اللہ بالاسلام ۔

میرے محترم بزرگو ! تاریخ آپ کے سامنے ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانے کو زمانۂ جاہلیت کہا جاتا ہے ۔ یہ مختصر لفظ پوری تاریخ اپنے اندر رکھتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہونے سے پہلے دنیا کے لوگ اور خصوصاً عرب بالکل جاہل اور جاہلیت کے کاموں میں رات دن مشغول رہا کرتے تھے نہ تو وہاں ظاہری علوم تھے ، نہ عرب میں کالج تھا نہ سکول نہ پرائمری سکول نہ مڈل سکول اللہ تعالیٰ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں : ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم ۔ الآیۃ ۔ اللہ اس قوم کو امّی فرماتے ہیں اس قوم میں عقائد کے لحاظ سے کردار کے لحاظ سے جاہلیت کے بہت سے امور تھے ، کردار اور عمل کے لحاظ سے ان میں فرعونیت تھی ، ہر ایک گاؤں اور قبیلہ دوسرے گاؤں اور قبیلہ سے متنفّر تھا ۔ ہر گاؤں اور قبیلے کا بڑا اپنے آپ کو خود مختار بادشاہ سمجھ رہا تھا ۔ اس کے پیرو اس کے لئے جان دینے تیار ہو جاتے ۔ زندگی گزارنے کے لئے ڈکیتیاں کرتے ۔ ایک دوسرے کا مال چھینا ایک دوسرے کو قتل کرنا ، لڑنا جھگڑنا اس کا شغل تھا ۔ ایک میلہ لگا ہوا تھا اس میں ایک شخص اپنے خیمہ سے نکل کر باہر آتا ہے ۔ اور بیٹھ کر اپنے پاؤں پھیلا کر لوگوں کو چیلنج دیتا ہے ۔ جیسا کہ آپ کے ہاں جوا پر داؤ لگاتے ہیں ۔ تو اس نے چیلنج دیا کہ ہے تم میں کوئی مرد کہ میرے ان پھیلائے ہوئے پاؤں کو سمٹا سکے ۔

اب یہ کوئی بات ہے کہ کہا کہ تم میں مردانگی اور بہادری ہو تو آؤ میرے پاؤں کو سمیٹ دو ۔ ایک شخص نے سنا تو خیمہ سے نکل کر آیا اور تلوار اس کے پاؤں پر دے ماری اور پاؤں کاٹ کر رکھ دیا ۔ اور کہا یہ لو میں نے تیرا پاؤں سمیٹ دیا ہے ۔ اس بات پر لڑائی شروع ہوئی ایک بہت بڑے

عرصہ تک جاری رہی۔ اور بیشمار افراد دونوں طرف سے قتل ہوتے رہے جس کی منشاء صرف وہی جاہلیت کی بات ہوئی۔ ہزاروں باتیں ہیں ان کی جاہلیت کی۔ جس قوم میں اتنی سنگدلی ہو کہ اپنی بیٹی کو بچپن میں ذبح کریں اور وہ اس چیز کو عار سمجھیں کہ یہ بڑی ہو گی تو کوئی میرا داماد بنے گا۔ میری لڑکی سے شادی کرے گا۔ تو یہ میرے لئے عار ہو گی ــــ اتنا بھی نہ سوچتے کہ اگر شادی بیاہ نہ ہوتا تو خود کہاں سے پیدا ہوتے۔ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔

اور بیٹوں کو بھی قتل کرتے اس لئے کہ بڑے ہوں گے تو شادی بیاہ کھانے پینے کا چکر ہو گا۔ فقیری آئے گی تو کھانے پینے کے لئے روٹی نہیں ملے گی۔ اور جب بھوک سے اس وقت تڑپیں، تو اب ہی انہیں قتل کر دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق۔ (فقر کے ڈر کی وجہ سے اپنی اولاد کو مت قتل کرو۔)

تو جس قوم کی یہ حالت ہو اتنی سنگدلی ہو کہ اپنے جگر گوشوں کو ذبح کرتی ہو۔ جیسا کہ آج بھی خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے اسی املاق اور فقر کے ڈر سے یہ کہتے ہیں کہ بچے کم پیدا کیا کرو ــــ اللہ اکبر گویا تم خود ہی رازق ہو ــــ دیکھئے جب تک کہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ یہ تھا۔ اور واقعی معنوں میں کر ــــ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (زمین میں کوئی جاندار نہیں مگر خدا اس کو روزی پہنچائے گا۔) تو کوئی کمی نہ تھی۔ آپ سب نے پاکستان کے قیام سے پہلے ایک روپے میں دس دس پندرہ پندرہ سیر گیہوں خرید ا ہو گا۔ جبکہ یہ خاندانی منصوبہ بندی کی سکیم نہ تھی۔ روپے کی دو سیر مصری چینی جبکہ یہاں کارخانے بھی نہ تھے، باہر سے چینی آیا کرتی تھی۔ آج چھ روپے سیر نہیں ملتی ــــ تو اصل میں خدا ہمیں تھپڑ مار رہا ہے کہ میرے کام میں دخل دینا شروع کر دیا۔ اب سنبھالو رزق کے مسئلے کو۔ اور یہ بھی جاہلیت کا وہی طریقہ قتل ہے۔ قتل کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں۔

اپنی اولاد کو دین سے محروم رکھو اس ڈر سے کہ کیا کھائیں گے۔ اس لئے صرف کالجوں ہی میں پڑھاتے رہو تو یہ بھی تم نے قتل کر دیا دنیا میں اسے کچھ ملازمت مل بھی گئی۔ مگر آخرت اسکی تباہ ہوئی یا نہیں ــــ؟

انگریزی کا تمدن اور انگریزی تعلیم ہی سارا مطمح نظر رہا۔ اور ہم انگریزی زبان دانی کے خلاف نہیں ہیں لوگ کہتے ہیں کہ مولوی انگریزی زبان اور مغربی ترقیات کے خلاف ہے۔ حاشا وکلا ہم تو کہتے ہیں کہ بھائی یورپ میں جتنے کارخانے ہیں اسلحہ کے اس سے زیادہ مسلمانوں کو بنانے چاہئیں۔ وہ ایٹم بم بناتے ہیں ہائیڈروجن بم بناتے ہیں، ہوائی جہاز اڑاتے ہیں سب سے پہلے تو یہ کام مسلمانوں کے کرنے کا تھا۔ مسلمانوں نے سب سے پہلے طائف کے محاصرے میں منجنیق استعمال کیا جو اس زمانہ کی توپ تھی۔

اور اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے: واعدّوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدوّ اللہ وعدوکم۔ (کافروں کے مقابلہ میں جتنی بھی تمہاری قوت ہو طاقت ہو ہتھیار جمع کرو تاکہ تمہارا اور خدا کا دشمن اس سے ڈرا سکو۔)

نماز کے لئے پانچ وقت ہیں اسے اللہ نے خاص اوقات سے مقید کر دیا ہے۔ روزہ سال میں ایک ماہ۔ حج عمر میں ایک دفعہ۔ زکوٰۃ سال بھر میں اگر نصاب پورا ہو جائے۔ وہ بھی چالیسواں یا عشر یا نصف العشر وغیرہ۔ سب عبادات مقید ہیں۔ محدود ہیں۔ مگر یہاں تو عجیب لفظ ہے کہ ما استطعتم جتنی بھی تمہاری قوت ہو، بس چلے، مطلق چھوڑ دیا — اور یورپ نے جو کچھ سیکھا ہے بنو عباس کے زمانہ میں یونانی علوم فلسفہ وغیرہ انہوں نے عربی میں ترجمہ کر دیا پھر اندلس اور یورپ میں جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی اور وہاں تو اسلام کے بغیر عہدِ جاہلیت تھا۔ تو یورپ نے اس دور میں پڑھا لکھا اور اسلام سے جو کچھ سیکھا اس پر عملدرآمد کیا ہم نے اسے پس پشت ڈال دیا۔ نتیجۃً انہوں نے آکر ہمارے اوپر حکومت شروع کر دی اور ہم نے ان سے صرف ان کی اخلاقی خرابیاں بے حیائی اور خدا فراموشی سیکھی۔

— تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دورِ جاہلیت نام ہے اس دور کا جس میں جہالت ہی جہالت تھی۔ ایک دوسرے کا گلا کاٹتے تھے۔ مال چھینتے تھے، بغیر کسی منشا کے وہ ایک دوسرے کے درپے ایذا تھے۔ اسلام نے آکر یہ اعلان کر دیا کہ — انما المؤمنون اخوۃ — یہ اسّی کروڑ مسلمان جتنے بھی ہیں جس ملک کے بھی ہیں جس رنگ کے بھی ہیں آپس میں بھائی ہیں۔ ایک قوم ہیں — یہ ہمارے ہاں جو صوبوں کا نام لیا جاتا ہے کہ ان کے حقوق الگ ہیں اور قومیں الگ الگ ہیں — اللہ اکبر — یہ سب اس انگریزی تعلیم کی برکت ہے۔ ہم انگریزی کے ان علوم اور مضامین کے خلاف ہیں۔ جو مسلمانوں کو افتراق اور انتشار سکھاتے ہیں۔ یہ انگریزی جو ہے یہ کفر کے لئے پہلی سیڑھی بنی ہوئی ہے۔ یہ ایک ہیولیٰ ہے۔ جس شکل کو اس کے سانچے میں ڈال دیا اسے قبول کر لیتا ہے۔ تو جو چیزیں مفید ہیں وہ تو اسلام نے پہلے چودہ سو برس پہلے اس کا سبق سکھایا، یورپ نے نہیں۔ جیسا کہ کتا کتوں سے لڑتا ہے اسی طرح یورپ آپس میں نہیں لڑ رہا یہ چین اور روس باہمی نہیں لڑ رہے کیا یہ امریکہ دوسرے ممالک سے برسرِ پیکار نہیں۔؟ کیا یہ سب مغربی ممالک کے طور طریقے نہیں۔؟ روزانہ سنتے ہیں کہ اتنے ٹن بم گرائے گئے، انسانیت ان کے ہاتھوں تباہ ہوتی ہے یا نہیں۔؟ ہمارا اسلام ان باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ یہی مغربیت ہے اور انگریزی تہذیب و تعلیم جس کے ہم مخالف ہیں انگریزی زبان کے نہیں۔ مگر یہ سب چیزیں انگریزی تعلیم میں ڈال دی گئی ہیں — اسلام جب آیا تو ان لوگوں کو جو دیوانوں کی طرح ایک دوسرے کو

کاٹتے تھے، اُن لوگوں نے اسلام قبول کیا تو حالت یکسر بدل گئی اور وہ لوگ جو ایک دوسرے کے مال وجان اور عزت لوٹنا فخر سمجھتے تھے حالت یہ ہوگئی کہ مہاجرین جو مکہ معظمہ اور گرد و نواح کے کافروں کے ہاتھوں تنگ تھے اور انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو حضور اقدسؐ باہر سے آنے والے مہاجرین اور انصار یعنی مقامی باشندوں کے درمیان مؤاخاۃ اور بھائی چارہ قائم کیا، ایک انگریز مورخ کہتا ہے کہ اسلام کی ترقی کا پہلا ہتھیار یہی مؤاخاۃ تھا، اب بھی ——— انما المؤمنون اخوۃ ——— کی تلاوت کرتے ہیں اور اب بھی ہمارا اس پر ایمان ہے۔ مگر انہوں نے عملی شکل میں وہ چیز بتلا دی حضرت سعدؓ مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں، رئیس ہیں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف مکہ معظمہ کے باشندے تھے ایک بڑے تاجر اور مالدار تھے اللہ کے لئے انہوں نے وطن چھوڑا مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدسؐ جو آنے والے مہاجرین کی مناسبت سے کسی انصاری سے اس کا بھائی چارہ قائم کراتے تو حضرت عبدالرحمان کا بھائی حضرت سعد بنوا دیا۔ حضرت سعدؓ خوشی خوشی اپنے بھائی کو ساتھ گھر لے گئے۔ کہا، بھائی یہ میرا مکان ہے تم میرے بھائی ہو تو یہ مکان آدھا آپ کا ہے۔ آدھا میرا ہے۔ یہ زمین ہے آدھی آپ کی آدھی میری۔ اور ایثار کا سب سے بڑا مظاہرہ جو فرمایا وہ یہ کہ عرب جو غیور تھے اور عربوں میں غیرت بدرجہ اتم موجود تھی۔ مگر یہاں مسئلہ اسلامی مؤاخاۃ اور بھائی چارے کا آگیا تو سعد بن معاذ نے حضرت عبدالرحمانؓ سے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں تمہاری کوئی بیوی نہیں تم اگر چاہو تو جو بیوی بھی چاہو اُسے طلاق دیدوں اور عدت گزرنے کے بعد تم اس سے نکاح کر لو۔ حضرت عبدالرحمان نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل وعیال میں برکت ڈال دے اور سب کچھ تجھے مبارک رہے مجھے بازار کا راستہ بتلا دو میں خود کام کاج کروں گا۔

——— تو وہ قوم کہ ایک ایک پائی کے لئے راستے لوٹتی اور بلا وجہ قتل کرتی اس قوم کی ایسی حالت ہوگئی۔ میں حیران رہ جاتا ہوں کہ اسلام اور حضورؐ کی تعلیمات سے کیسا انقلاب آیا۔؟

جس ملک میں نہ کالج تھا نہ سکول نہ اکیڈمی تو ایمانداری سے کہو کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے کمانڈر اور جرنیل کو آج تک کسی قوم نے پیش کیا ہے۔ جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت کو الٹ دیا ——— اور حضرت عمرؓ نے جب حضرت خالدؓ کو کمانڈر سے سپاہی بنا دیا تو ذرا بھی حکم عدولی نہ کی فرمایا کہ الحمدللہ کہ اب تک میں لڑاتا رہا اب خود سپاہیوں کی صفوں میں لڑتا رہوں گا۔ یہ تو میری ترقی ہوگئی ———

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف رائے کی بناء پر کچھ شکر رنجی ہوگئی تو جبکہ دونوں کے درمیان لڑائی برپا تھی۔ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں قیصر روم قاصد بھیجتا ہے۔ کہ تمہاری لڑائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اسلحہ، روپے، کپڑے، غلے، دوائیوں سے

آپ کی مدد کروں لیکن حضرت معاویہؓ خط کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اے عجمی کتے تم ہمیں لڑانا چاہتے ہو۔ تمہارا اس میں کیا دخل ہے۔ خدا کی قسم حضرت علیؓ جس دن اعلان کریں کہ میں قیصر روم سے جہاد کرنا چاہتا ہوں تو میدان جنگ میں ان کے لشکر کا میں پہلا سپاہی ہوں گا۔ قیصر روم یہ جواب پاکر ٹھنڈا ہو گیا۔ اور ایک ہماری حالت ہے۔ آج ہم سے مشرقی پاکستان کس نے الگ کرایا۔ یہ روس ہی تو ہے۔ ہندو تو ہے۔ کوئی نئی پالیسی نہیں، دشمن ہمیشہ ہمارے اختلافات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور ہم ان کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔ اور ایک صحابہؓ کی ایمان کی پختگی تھی۔

_____ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کیا کوئی قوم خالد بن الولید جیسا جرنیل پیش کر سکتی ہے۔ جو سر سے پاؤں تک اللہ کی راہ میں زخمی ہوئے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہ تھا جس پر زخم کا نشان نہ ہو اور انتقال ہونے کا وقت چارپائی پر آیا۔ تو دو باتیں فرمائیں ایک یہ کہ مسلمانو! اگر موت جہاد اور لڑائیوں میں شرکت کی وجہ سے آتی ہے تو میں ایک نمونہ ہوں کہ کونسی لڑائی ایسی ہے جس میں میں نے شرکت نہ کی ہو اور پہلی صف نہ لڑا ہوں مگر آج میں چارپائی پر مر رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ موت سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ یہ ایک شجاعت کا سبق دیا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ تمام عمر کی تمنا تھی کہ میں میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے شہید ہو جاؤں مگر افسوس کہ میری تمنا پوری نہ ہو رہی ہے۔ اور میری روح چارپائی پر نکل رہی ہے _____ اللہ رہی یہ تو حضرت خالدؓ کی شان عبدیت تھی۔ ورنہ آپ جانتے ہیں۔ کہ ان کی قربانیوں کی کوئی حد نہیں ایک جہاد غالباً غزوہ موتہ میں کافروں کو قتل کرتے کرتے سات یا نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ:

خالد سیفٌ من سیوف اللہ _____ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

_____ تو اب تلوار کا کام اوروں کو کاٹنا ہے۔ خود کٹنا نہیں۔ تو حضور اقدسؐ نے یہ خطاب خالدؓ کو دیا کہ "خدا کی تلوار"۔ تو اگر خالد بن ولید بھی کسی میدان جنگ میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہو جاتے تو لوگ کہتے کہ یہ تلوار تو کاٹنے کی بجائے خود کٹ گئی _____ تو اللہ کو حضور اقدسؐ کے عطا کردہ خطاب کی لاج رکھنی تھی۔ پیغمبر کی زبان سے ایک لقب _____ سیف اللہ _____ تجویز ہوا تو خدا نے اس وجہ سے انہیں کافروں کے ہاتھوں نہ مارا _____۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ جیسے عادل ماہر قانون اور حق و انصاف کو دنیا میں پھیلانے والا آج کوئی بتلا سکتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں پاکستان کابل اندلس الغرض یورپ افریقہ ایشیا میں فتوحات ہوئیں۔ کیا ایسے حکمران اور فاتح اوروں کے پاس ہیں۔؟

حضرت عمرؓ نے ایران فتح کیا جس پر آج ہمارے شیعہ بھائی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ان کے صدقے سے کھا رہے ہیں۔ انہیں حضرت عمرؓ و عثمانؓ کا نام سننا گوارا نہیں۔ یہ آپ کی لاعلمی ہے۔ اگر آج ہے تو ماؤزے تنگ کی قدر ہے، اور مارکس کی قدر ہے۔ آپ کو اپنے اکابر و اسلاف کیا معلوم ہیں کہ ان کی سیاست ان کی شجاعت ان کا تقویٰ ان کا زہد کیسا تھا۔ صحابیت کی اونچی شان تو ایک طرف کہ وہ تو بہت اونچے درجے ہیں ——۔

یورپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جیسے اکابر کی سیرت اور سیاست سے سبق لینا چاہا کہ انہوں نے کیسی حکومت کی ۔؟ حضرت عمرؓ کے پاس لاکھوں کروڑوں کی مال و دولت آئی مگر خود فقیر رہے۔ کسریٰ کے تاج و تخت قدموں میں آئے۔

حضرت عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ بیت المقدس کو فتح کرنے جا رہے ہیں کپڑے پھٹے پرانے ہیں۔ ایک اونٹنی ساتھ ایک غلام باری باری سواری کر رہے ہیں۔ ایک منزل مالک سوار ہوتا ہے تو دوسری منزل تک غلام۔ بیت المقدس جو عیسائیوں اور یہودیوں کا مرکزی مقام تھا اور اب وہ لوگ مفتوح بھی تھے تو شہر سے باہر میلوں استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ سونے چاندی کے تمغوں اور لباس فاخرہ میں ملبوس فاتح کے استقبال کے لئے نکلے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح مسلمانوں کے سپہ سالار نے آگے بڑھ کر درخواست کی کہ آپ امیر المومنین ہیں، فاتح ہیں اور آپ کے کپڑے بوسیدہ اور میلے ہو گئے۔ نئے کپڑے پیش کر دئے کہ بدل لیجئے۔ اور آج تو ہم اگر ویسے بھی گھر سے نکلتے ہیں تو دو گھنٹے کنگھی کپڑے اور سوٹ بوٹ ٹھیک کرنے پر لگ جاتے ہیں۔ مگر امیر المومنین بیت المقدس پر یعنی عیسائیت اور یہودیت پر اسلام کی فتح کا جھنڈا گاڑنے جا رہے ہیں۔ ہزاروں لوگ استقبال کے لئے ہیں۔ بظاہر شان و شوکت دکھانا چاہئے تھا۔ مگر کپڑوں پر کئی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ان کے راہبوں اور پادریوں نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ ایک شخص اونٹنی پر سوار ہے۔ دوسرا مہار تھامے جا رہا ہے۔ تو کہا کہ ہماری کتابوں اور پیشگوئیوں میں فاتح بیت المقدس کا جو حلیہ ہے وہ تو اونٹ پر بیٹھے ہوئے شخص پر چسپاں نہیں ہوتا مسلمانوں سے پوچھا تو کہا کہ نہیں یہ مہار پکڑے ہوئے شخص امیر المومنین ہے۔ چونکہ اس وقت باری خادم کی سواری تھی اس لئے غلام سوار ہے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر انہوں نے اعتراف کیا کہ اسی ہیئت اور حلیہ والا شخص ہی فاتح بیت المقدس ہے جس کی علامتیں کتابوں میں لکھی ہیں۔ الغرض کپڑے پیش ہوئے تو حضرت عمرؓ نے رد کر دئیے ناگواری ظاہر فرمائی اور فرمایا: نحن قوم اعزنا اللہ

باالاسلام۔ (ہم مسلمانوں کو اللہ نے اسلام ہی کی بدولت عزت دی۔)

کیا عزت کپڑوں میں ہے، بنگلوں اور موٹروں سے ہے۔ ایرکنڈیشنوں سے ہے فلموں اور تصویروں سے ہے ہم لوگ تو یہی سمجھتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ عزت نہیں ساری عزت اللہ نے اسلام کی برکت سے دی ہمیں پرانے پھٹے کپڑوں میں اللہ نے فتح دی، ہم کیوں اپنی حالت کو بدلیں۔ اور عزت اللہ نے کیسی دی، کیسا دبدبہ دیا کہ ایک دوسرے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے ٹھہر کر پیچھے دیکھا تو ہزاروں کی فوج جو پیچھے تھی آپ کی گردن مڑتے ہی سہم گئی، دب گئی ہیبت فاروقی سے۔

ایک موقع پر حضرت عمرؓ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہیں رو پڑے فرمایا اللہ اکبر۔ اور فرمایا میں اپنی جوانی کے آغاز میں اس جنگل میں اپنے والد کا ایک اونٹ چراتا رہا۔ اس درخت کے نیچے آکر ٹھہر گیا کہ آرام کروں ایک دن میری آنکھ لگ گئی تو اونٹ کہیں غائب ہو گیا۔ والد صاحب نے آکر ڈانٹا، چپت رسید کی۔ کہ ہماری ساری معیشت کا دار و مدار تو صرف یہی اونٹ تھا تو نے اسے گم کر دیا۔ تو اب ذریعہ معاش کیا ہوگا۔ فرمایا کہ آج وہی عمرؓ ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسی مخلوق نہیں جس سے حضرت عمرؓ ڈرتا ہو ـــ تو یہ ہے اصل وجاہت اور عزت ـــ ایک ہاتھ میں قرآن ہے ایک میں تلوار لیکن فتح بیت المقدس کے وقت بھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہمیں اپنے بزرگوں کی سیرت معلوم نہیں اور یہ کہ اسلام نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اور جس وقت حضرت عمرؓ کا انتقال ہو رہا تھا تو اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ تم میرے گھر بار کو بیچ کر اس سے میرا قرض ادا کر دو تو جس کی سلطنت لاکھوں مربع میل تھی جو کسریٰ و قیصر کا تاج و تخت کا وارث بنا وہ اپنے بیٹے کو قرض پورا کرنے کے لئے جائداد بیچنے کی وصیت فرماتے ہیں۔ فرمایا اگر اس سے بھی پورا نہ ہو سکے تو میرے چچازاد بھائیوں اور قریبی عزیزوں سے مدد مانگ کر قرض ادا کر دینا، بخاری شریف میں اب تک اس مکان کا نام بیت القضاء ہے کیا ایسی ہستی آپ کو اوروں کے ہاں مل سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسلام کو مٹاتا نہیں۔ جہاں بھی ایسی باتیں شروع ہونے لگیں کہ خدانخواستہ اس کے فروغ سے اسلام میں اضمحلال آنے لگے تو احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مجدد کو بھیج دیتا ہے جو مٹے ہوئے نقوش کو پھر تر و تازہ کر دیتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بھی یہی شانِ مجددیت تھی ان سے پہلے خاندان بنوامیہ بہت ہی سخت گیر تھا۔ اور اسلامی حالت میں جب کچھ اضمحلال آنے لگا تو اللہ نے اسی خاندان میں سے آپ کو پیدا کیا۔ آپ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اعلان کیا کہ اسلام صرف نام نہیں اس کے کچھ فرائض ہیں، واجبات ہیں۔

ضروریات ہیں، تقاضے ہیں، اس کو پورا کرنا ہوگا۔ یہ تھا آرڈیننس ہمارے ہاں بھی آرڈیننس جاری ہوتے ہیں۔ یہ پہلا آرڈر تھا۔ تمام سرکاری ملازمین جن کی تعداد ہزاروں ہوگی، کو حکم دیا کہ اہم ترین چیز میری نگاہوں میں فریضۂ صلوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم جاری کیا تھا کہ: ان اھم امورکم عندی الصلوٰۃ من اقامھا فقد اقام الدین ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع۔ (کہ میرے نزدیک تمہارے سب کاموں میں اہم کام نماز کی ادائیگی ہے۔ اور پھر وجہ بتلادی کہ تمام ملازمین خلیفہ کے ڈر سے بادشاہ کے ڈر سے کام کرتے ہیں۔ اور حاکم و خلیفہ کی حیثیت تو اللہ رب العزت مالک الملک کے سامنے کچھ بھی نہیں، تو جو سرکاری ملازم اللہ سے نہیں ڈرتا، اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا وہ کیا امیر کے حکم مانے گا، جو نماز سے پابندی نہیں کرتا۔ جو خدا سے نہیں ڈرتا تو فرائض منصبی کبھی بھی انجام نہیں دے سکتا۔ اللہ نے فرمایا الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ۔ یعنی مسلمانوں کی حکومت کا منشورِ اللہ نے بتلادیا کہ اگر ہم ان کو تمکنت قوت اور سلطنت دیں تو کیا کریں گے۔؟ اقامت صلوٰۃ ___ اللہ کی تابعداری کیطرف لوگوں کو مائل کریں گے، لوگوں سے کہیں گے کہ شراب مت پیو، قتل مت کرو، ڈکیتی زنا مت کرو، آپس میں مت لڑو۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تخت پہ بیٹھتے ہی اس منشور پر عمل کر دکھایا اور آباء و اجداد اور پیش رو حکمرانوں کی ایسی تمام جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کرادیں جو انہوں نے جبر سے الاٹ کرائی تھیں، خود فقیرانہ زندگی اختیار کی، نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ جنگل میں بھیڑ اور بکری ایک جگہ سے پانی پینے لگے اور اگر بادشاہ اور حکومت کے کارندے مخلص ہوں، خدا ترس ہوں تو خدا کی قسم نہ پولیس کی ضرورت ہوگی نہ فوج کی اور جہاں نیک آدمی کے اثرات انسانوں پر پڑتے ہیں۔ وہاں جنگلی جانوروں پر جنگلوں صحراؤں پہ بھی نیک حاکم کی نیکی کا اثر ہوتا ہے۔ تو تمام مسلمان قوم اور پورا حکمران عادل کی نیکی سے کیوں متاثر نہ ہوگا۔؟ حضورِ اقدسؐ کے فیض سے حضرت عمرؓ پیدا ہوگئے، حضرت صدیقؓ پیدا ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا: ماصبّ اللہ فی صدری صببتہٗ فی صدر ابی بکر ___ اللہ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈال دیا وہ میں نے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا ___ وہ آئینہ ہیں کمالات نبوت کے ایک شخص صاف ستھرا حسین وجمیل اچھے لباس میں آئینہ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو ویسا ہی سب کچھ آئینہ میں آجاتا ہے۔ اور جہاں حضورِ اقدسؐ نے جیسے جواب دیا مثلاً صلح حدیبیہ میں تو حضرت عمرؓ نے جاکر سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے ذکر کیا تو وہی الفاظ آپ کے بھی ہوتے قبل از نبوت بھی حضورِ اقدسؐ کی شان میں جو آیا ہے کہ: انک تصل الرحم وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نواز ہیں مصیبتوں

میں مددگار ہیں تو یہی الفاظ اور یہی صفات ابن دغنہ نے ابوبکر صدیقؓ کے بارہ میں بھی کہے کہ انک تحمل الکل وتقری الضیف — الخ۔ ابوبکرؓ نے ختم نبوت کی جڑیں لگا دیں۔ اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہیں گی۔ سب سے پہلے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کیا ہزاروں صحابہؓ شہید ہوئے۔ مگر ختم نبوت کی جڑوں کو عالم میں گھاڑ دیا۔ اور آج تک اسوۂ صدیقی ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے ——۔

ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں۔ کہ اے ابوبکر کچھ نرمی کرنی چاہئے۔ فرمایا۔ اے عمر! اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام۔ جاہلیت کے زمانہ میں تو آپ بڑے طاقتور اور جابر تھے۔ اب کیوں سستی دکھا رہے ہو۔ اور فرمایا کہ حضرت اسامہ کے ہاتھ میں حضور اقدسؐ نے مرض وصال میں جھنڈا دیا تھا۔ اور کہا کہ تو کسریٰ کے مقابلہ میں جا۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور ابوبکر کی کیا مجال ہے کہ اُس سے جھنڈا چھین لے اور روک دے۔ لوگوں نے کہا کہ فوج باہر چلی جائے تو دشمن مدینہ میں آگھسے گا۔ فرمایا خدا کی قسم ابوبکر اکیلا یہاں رہے گا۔ دشمن کی فوج اگر میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کردے مگر یہ برداشت نہیں کرتا کہ حضورؐ کے فیصلے اور حکم کو روک دوں اور ایک سنت میں التواء یا تاخیر کردوں تو دیکھئے اس میں بھی کتنی بڑی سیاسی مصلحت تھی کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا دشمن موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہتا۔ سی آئی ڈی جاکر خبر دیتی کہ ملک میں فتنہ ہے خلفشار برپا ہے۔ حضورؐ انتقال فرما چکے ہیں تو وہاں ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دیتی کہ مسلمانوں کی جرار فوج تو سرحدات کیطرف بڑھ رہی ہے۔ اور دشمن سوچتا کہ مسلمانوں میں اندرونی انتشار ہوتا تو یہ لوگ ہماری سرحدات پر کیسے جمع ہو سکتے؟

—— تو آج ابوبکرؓ جیسا صدیق حضرت عمرؓ جیسا عادل عثمان غنیؓ جیسا زاہد وقانع حضرت علی جیسا حیدر کرار، خالد بن ولید جیسے مجاہد اور ابوعبیدہ بن الجراح جیسے امین کوئی پیش کر سکتا ہے۔ یورپ کے پڑھے ہوئے یورپ کی ڈگریوں والے کیا کوئی ان کے برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ اسلامی انقلاب تعلیم اور حضورؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ حضرت سلمان فارسی نے بڑی قربانیاں دیں۔ کئی دفعہ غلام بنائے گئے مگر منزل مقصود مدینہ منورہ پہنچ گئے حضورؐ کی خدمت میں مشرف باسلام ہوئے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آپ ایران کے گورنر بنے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ تو فرماتے اسلام تمہارے والد کا نام کہتے اسلام، ملک کا نام فرماتے۔ اسلام تمہارے مذہب کا نام فرماتے اسلام —— الحمد للہ والذی اعزنا اللہ بالاسلام۔ اور خداوند قدوس کا ارشاد ہے؛ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لایعلمون۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ منافق جو کچھ بکیں اور شان نزول یہ تھا کہ منافقوں

نے کہا کہ یہ پردیسی یہ مسافر یہ فقیر صحابہؓ ہمارے ملک میں آکر ہمیں مکہ دکھاتے ہیں اور شریر آدمی تو ہر جگہ شر پھیلاتا رہتا ہے۔ تو عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ اس دفعہ ہم مدینہ واپس ہوئے تو ان مسافروں کو جو (نعوذ باللہ) ذلیل ہیں نکال دیں گے —— خداوند کریم تو غیور ہیں۔ میں کہتا ہوں خدا کی قسم صحابہؓ کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کی اتنی محبت ہے کہ جہاں ان پہ کوئی چوٹ پڑتی ہے۔ اللہ نے وہاں سختی سے جواب دیا ہے۔ حضورؐ کے غضب جوش میں آجاتا ہے۔ تو اللہ نے منافقوں کی بات سن کر فرمایا کہ تم ان کو ذلیل کہتے ہیں۔ وللہ العزۃ۔ عزت کا مرکز اور منبع تو اللہ ہے۔ ولرسولہ دوسرے نمبر پہ عزت کا مقام رسول کا ہے۔ اور پھر —— وللمؤمنین —— جن کو تم اذل کہتے ہو۔ مہاجر پردیسی مساکین سمجھتے ہو۔ اللہ نے ان کو عزت دی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ مہاجر ہیں حضرت عمرؓ مہاجر حضرت عثمانؓ مہاجر۔ حضرت علیؓ مہاجر —— میں کیا عرض کردوں، ہماری تباہی کا سبب ہم خود ہیں —— ایک رسالہ میں ایک خواب شائع ہوا ہے کہ ایک بڑے دیندار آدمی نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدسؐ کی مجلس میں علماء اور دیگر لوگ بیٹھے ہیں۔ تو ایک عالم نے کھڑے ہو کر پاکستان کی حالت زار بیان کی کہ ہزاروں میل زمین کافروں نے چھین لی، اتنے مسلمان قید ہوئے یہ حالت ہے —— تو فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا کہ: ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ اگر تم خدا کے دین کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کریگا۔ اور فرمایا کہ تمہاری ذلت کی اسی حالت پہ فرشتے روئے۔ مگر خدا نے انہیں امداد کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا کہ دیکھو مسلمانوں نے میری نبوت کا مذاق اڑایا۔ سب سے پہلے حملہ تو مسیلمہ کذاب نے نبوت ہی پہ کیا تھا۔ اور اب تک مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ میرے صحابہؓ کی توہین کی جا رہی ہے ——

{ اور افسوس کہ ہمارے اندر ہی ایک جماعت کی آواز ہے شیعوں کی کہ ہمارا نصاب تعلیم الگ ہو تاکہ اس سے صحابہؓ اور خلفاء راشدین کا نام نکالا جاسکے۔ }

{ ہم تو اہل بیت کے غلام ہیں حضرت علیؓ کے عبداللہ بن عباس اور حضرت عباس کے حضرت حسن اور حضرت حسین کے غلام ہیں، اور آج تک جو سادات میں چلا ہے ان کا عمل جیسا بھی ہو مگر سید کی تعظیم اور احترام اس نگاہ سے کریں گے کہ حضور اقدسؐ کی طرف نسبت ہے۔ ہم تو ان سب کے خادم اور غلام ہیں۔ لیکن بھئی اگر ہمارا نصاب، ہماری تعلیم، ہمارے بچے شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سیرت سے واقف نہ ہو سکے تو وہ کیا سلطنت کر سکیں گے۔ }

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی سیرت سے بے خبر ہو تو وہ کیا کریں گے۔ صرف تبرا بازی اور لڑنا لڑانا کام رہ جائے گا۔ الغرض اسلام کی ایک بات مواخاۃ تھی۔ اسلام لانے کے بعد وہ ایسے

بھائی ہے کہ اپنے گھروں کو تقسیم کرنے لگے کہ ویؤثرون علیٰ انفسهم ولوکان بهم خصاصة اور رسول اللہ نے فرمایا کہ ـــــ من نفس عن مسلم کربةً من کرب الدنیا نفس اللہ عنه کربةً من کرب الدنیا والآخرة ـــــ تم تھوڑی سی کسی کی دنیوی تکلیف ہٹا دو گے تو اللہ قیامت کے دن میں اور دنیا میں تمہاری بڑی سے بڑی تکلیفیں دور کر دے گا۔ اور فرمایا: من ستر علیٰ مسلم ستر اللہ علیه فی الدنیا والآخرة۔ جس نے کسی مسلمان بھائی پر پردہ ڈالدیا اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی ستر پوشی کرے گا۔ اور فرمایا: واللہ فی عون العبد ما دام فی عون اخیه ـــ اللہ بندے کی مدد کرتا ہے۔ جب تک بندہ کی نیت، اوروں کے بارہ میں صاف ہو۔ تو اس وقت اگر ہم یہ ایک سبق سیکھ لیں بھائی چارہ اور اخوت وہمدردی کی آپس میں بھلائی اگر اس سبق کو اپنا لیں تو حالت بدل سکتی ہے۔ ہم نے یہ سبق بھلا دیا تو آج ہمارے ملک میں بدامنی ہے۔ اور آج مالک مزدور زمیندار غیر زمیندار کارخانہ دار دکاندار، کرایہ دار باپ بیٹا شوہر بیوی کی لڑائی کیوں نہ ہوگی۔ یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ جب ملک کے با اقتدار لوگ پالیسی بنانے والے جب اپنی پالیسی قرآن کے خلاف بنائیں گے تو خدا ان کو آپس میں لڑا دے گا۔ آج ہم ایک سوراخ بند کرتے ہیں تو شام تک پھر سو نئے سوراخ کھل جاتے ہیں۔ اتنے قتل ہوئے اتنے فسادات ہوئے بس یہی خبریں ہوتی ہیں۔

یہ سب کچھ ہماری دین کی ناقدری کا نتیجہ ہے۔ اور دیکھو جوتے میں اگر گندگی لگی ہو تو برا نہیں لگتا کیونکہ جوتے گندگی ہی میں پھرتے ہیں۔ لیکن اس پگڑی اور صافہ میں ذرا سی نجاست لگ جائے تو ہر شخص کہے گا کہ تمہارا صافہ پلید ہو گیا۔ تو مسلمان اللہ کا محبوب ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کی بڑی عزت ہے مگر خدا کے ہاں مومن کی حرمت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ نے آخری وصیت کے طور پر فرمایا: مسلمانوں یہ کونسا دن ہے۔ کہا عرفہ۔ پھر فرمایا کونسا مہینہ۔ کہا، ذی الحجہ پھر فرمایا کونسا مقام ہے کہا، حرم شریف۔ اور اس موسم اور حرم میں تو کافر بھی ایک دوسرے کی عزت وآبرو کی بے حرمتی نہیں کرتے تھے۔ مگر آج طواف بھی کرتے ہو تو جیب کٹ جائے گی، حاجیوں سے پوچھ لو۔ ـــ فرمایا حضورؐ نے کہ تمہاری عزت وحرمت مال وآبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جسطرح

یہ شہر یہ مہینہ یہ دن اور یہ مقام محترم ہے۔

اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا فرما دے، تمام مسلمانوں کو متفق کر دے اللہ ہمیں اپنے راستہ پر لگا دے اور حضورؐ کی سنت کی پیروی صحابہ تابعین تبع تابعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا محمد حسن جان فاضل مدینہ یونیورسٹی
صدر مدرس مدرسہ عربیہ ٹل۔

علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ

علمی کمالات اور خدمات

اس فقیر کو خداوند کریم کے فضل وکرم سے، کافی اساتذہ کرام اور مشائخ عظام سے استفادہ اور صحبت کی سعادت میسر ہوئی ہے، جن میں عربی، عجمی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اہل حدیث اور مختلف بلاد و ممالک سے تعلق رکھنے والے شامل ہیں۔ جو ہر ایک اپنے فن اور مسلک میں ممتاز اور ماہر تھے۔ اور اپنے مذہب و مشرب کی خصوصیات کے حامل رہ چکے ہیں۔ اگر عجمی علماء کرام بحث و مباحثہ میں اور حقائق و معارف بیان کرنے میں پوری مہارت رکھتے ہیں، تو عربی علماء کرام حفظ النصوص، اور قواعد و شواہد اور قوت حافظہ میں بے نظیر ہیں۔ اور اگر حنفی مکتب فکر کے مشائخ و علماء مختلف روایات اور احادیث کو ایک ہی عمل پر جمع کرنے کی کوشش اور تاویل میں دسترس رکھتے ہیں، تو شوافع حضرات صحت حدیث اور جرح و تعدیل پر زیادہ زور دیتے ہیں، اور اگر مالکی مذہب والے علماء کرام حکم و مصالح اور اہل مدینہ کے تعامل و توارث کو باعث ترجیح سمجھتے ہیں تو دوسری طرف حنبلی اور علماء اہل حدیث کثرت اقوال میں اور تکلف و قیاس سے گریز و اجتناب کرنے میں ضرب المثل ہیں۔ غرض یہ کہ ہر مکتب فکر کے علماء کرام کی الگ الگ خصوصیات ہیں۔ اور پھر اس طرح ہر ملک و علاقے کی اپنی مناسبات، اور صفات ہوتی ہیں اور اس ناچیز کو ہر استاذ محترم سے بقدر مناسبت و استعداد استفادہ اور کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہے۔

مگر جس استاد سے زیادہ متاثر ہوا ہے اور جس حضرت کے اقوال سے زیادہ ان کے اعمال و افعال سے مستفید ہوا ہے۔ اور جن کی تصانیف کی ہر سطر اور کلمہ مشعل راہ اور جن کے اقوال زریں اس فقیر کے دل کی گہرائیوں میں نقش اور جاگزیں ہیں وہ فضیلۃ الشیخ المحترم بقیۃ السلف الصالح مولائی و سندی و سیدی المرشد الحافظ الحاج محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں۔

حضرت الاستاذ المحترمؒ میں تقریباً وہ تمام مذکورہ بالا صفات موجود تھیں، جو مختلف المسلک علماء میں مل سکتی ہیں۔ اور اس مناسبت کی بناء پر حضرۃ الاستاذؒ ان تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کے اقوال اپنی تصانیف اور تقریروں اور رسائل میں بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔ اور اختلاف رائے کے باوجود ان سب کا بہت احترام و تعظیم کے ساتھ نام لیتے ہیں۔ اور اس وسعت صدر کی وجہ سے حضرۃ الاستاذؒ کی تصنیفات مقبول عام و خاص ہیں۔ اور مختلف المشرب علماء کرام کی تقریظات اور مدح و تعریف سے آراستہ ہیں۔ "التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" پر تمام مختلف المسلک علماء کرام کی تقریظات موجود ہیں۔

میں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور محدث الہند الاکبر الامام شاہ انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد العثمانیؒ اور ان جیسے ہندوستان کے بزرگان دین اور اساطین فضل و کمال کو نہیں دیکھا، مگر حضرت الاستاذؒ کی زیارت اور صحبت، اور ان کے اقوال سننے اور کردار دیکھنے کے بعد مذکورہ بالا حضرات کی نہ دیکھنے کی چنداں حسرت نہیں رہی۔ حضرت الاستاذؒ جیسے معتمد اور ثقہ راوی اور بیک وقت متبحر متکلم اور فقیہ محدث کی وساطت سے دارالعلوم دیوبند کے مشائخ و اسلاف عظام کی آراء اور اقوال سننے سے مشرف ہوا۔ استاذ محترمؒ اپنے مشائخ میں ان تین مذکورۃ الصدر بزرگان دین اور راہ نمایان ملت کے نہایت معتقد، اور ان کی محبت میں فنا تھے۔ اور اس فنا فی حب الشیوخ کی برکت سے حضرۃ الاستاذؒ کی تصانیف اور تدریس میں بھی، علامہ السید شاہ انور شاہ کشمیریؒ کی محدثانہ شان اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی متکلمانہ مہارت اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی جامعیت اور کثرت کتب و مؤلفات کی جھلک نمایاں ہے۔ پہلی صفت معلوم کرنے کیلئے "التعلیق الصبیح" آٹھ جلد اور تحفۃ القاری شرح صحیح بخاری بیس جلد اور اس قسم کی تصنیفات اور دوسری صفت کیلئے علم الکلام، عقیدۃ الاسلام، الکلام الموثوق، تائید القضاء والقدر وغیرہ اور تیسری صفت کے لئے حضرۃ الاستاذؒ کی مختلف مسائل و موضوعات پر بیشمار تصنیفات اور رسائل شاہد عادل اور کافی گواہ ہیں۔

عام اسلامی موضوعات پر اور خصوصاً باطل فرقوں کی رد پر مثلاً عیسائیت، مرزائیت اور شیعہ اور منکرین حدیث وغیرہ اور وعظ و ارشاد پر حضرۃ الاستاذ کی تصنیفات اتنی ہیں جن پر مستقل بحث و تحقیق کیلئے اور ان کا اجمالی تعارف کے موضوع پر ایک بڑی کتاب لکھنے کی ضرورت ہے، جو کسی بڑی ہمت والے عالم اور صاحب قلم محقق شخص کا کام ہے۔

حضرۃ الاستاذ ؒ کی تصانیف کی تعداد کافی زیادہ ہے ۔ اور سب میں للّٰہیت اخلاص اور درد ہے ۔ اور عبارت آرائی تکلف اور ادبی موشگافیوں سے بہت دور ہیں۔ تحریر و تقریر میں لہجہ نرم قلم سہل اور تواضع و انکسار سے بھرپور اور اسلاف کی سخت تابعداری اور پابندی ان کا خصوصی شعار رہا ہے ۔ اور اپنی طرف سے استدلال کم اور اسلاف کی عبارات اور نقول پہ زیادہ اعتماد و انحصار ہے

اسلاف کی خود تحریر شدہ عبارات کی نقل پر زیادہ زور دیتے ہیں ۔ اور حضرۃ الاستاذ ؒ اس سلسلے میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں اسلاف اور متقدمین علماء کرام کے نام لیکر اپنی تعبیر میں ان کے اقوال کی ترجمانی کروں تو ممکن ہے ۔ کہ ان کیطرف ایسی بات منسوب کروں گا جو ان کی منشاء کے خلاف ہو اور اگر ان کا نام نہ لوں اور اپنی تعبیر میں ان کے اقوال سے کچھ لیکر لکھوں تو یہ ایک علمی خیانت ہوگی ، ہمارے پاس جو کچھ ہیں ، تو وہ اسلاف متقدمین علماء کرام ہی کے تو ہیں ۔ اس لئے اسلاف کرام اور کتب سابقہ کی عبارت نقل کرنے میں جو اطمینان قلبی اور برکت ہو گی ، وہ میری اپنی تعبیر میں قطعاً نہیں ہوگی ۔

حضرۃ الاستاذ ؒ صوفیائے کرام کے بھی بہت زیادہ دلدادہ تھے ، اس لئے عام کتابوں میں اور خصوصاً علم کلام پر جو تصانیف تحریر فرما چکے ہیں ، ان میں مولانائے روم ؒ ، شیخ اکبر ؒ ، سید الطائفہ جنید بغدادی ؒ ، اور خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ۔ اور ان جیسے بزرگوں کے اقوال و اشعار نقل کرتے ہیں ۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ علم کلام کے متنازعہ مسائل کو اہل سنت میں سے دو قسم کے علماء کرام نے زیادہ حل کئے ہیں ۔ حضرات متکلمین نے عقلی و نقلی دلائل سے اہل حق کا مسلک ثابت کر دیا ہے ۔ اور صوفیائے کرام نے ذوقیات ، شواہد اور مثالات پیش کرنے سے اس میدان کو فتح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے ۔

حضرت الاستاذ ؒ صوفیائے کرام کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرات صوفیائے کرام جو کچھ کہتے ہیں تو دیکھ کر کہتے ہیں ۔ ؏ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید ۔ والی بات ہے ۔ اس لئے مجھے ان کی استدلال سے زیادہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے ۔ حضرۃ الاستاذ ؒ کی تصنیف علم الکلام ان دونوں طرز استدلال کا جامع اور عام اہل علم کے لئے بہت نافع ہے ۔ اس کتاب کے بارے میں حضرۃ الاستاذ ؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ جب علم الکلام کی تالیف مکمل ہو گئی تو میں نے خواب دیکھا کہ میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا ہوں ۔ طواف کے دوران سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زیارت ہو گئی ، ملنے کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ اپنے ساتھ علم الکلام کیوں نہیں لائے ؟ تاکہ یہاں حجاز مقدس میں علماء میں تقسیم کرتے

قادیانیت کی رد اور حیات سیدنا مسیح السلام پر حضرت الاستاذؒ کافی کتابیں اور رسائل لکھ چکے ہیں، جو اس موضوع پر کافی مواد کا بڑا ذخیرہ ہے۔ پنجابی متنبی غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کی تصنیفات کی مختلف دعاوی اور متناقض اقوال اور جھوٹی دلیلوں کی چھان بین کر کے خوب تردید کی ہے۔ اس باب میں کلمۃ اللہ فی حیاۃ روح اللہ۔ مسک الختام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام۔ اور مرزائیوں سے اصولی اختلاف وغیرہ قابل مطالعہ ہیں۔ پہلی تصنیف کے بارے میں ایک دفعہ فرمانے لگے کہ اس تصنیف کے بعد میں نے خواب میں حضرت عیسیٰؑ کو ایک بارونق مجلس میں تشریف فرما دیکھا، میں ان کی زیارت اور آداب وسلام پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا اور پھر نزدیک مجلس میں بیٹھ گیا، اس دوران میں غلام احمد قادیانی کو ایک مجرم کی حیثیت سے لایا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ جاکر ایک اعلیٰ جبہ لاؤ وہ ایک قیمتی اور خوبصورت جبہ لے آیا، تو اس سے فرمایا کہ یہ ان کو حضرت الاستاذؒ کیطرف اشارہ کرتے ہوئے، پہناؤ، چنانچہ مجھے پہنایا گیا۔ اور پھر دوبارہ خادم سے فرمایا کہ جاکر ایک گندی اور بدبودار متعفن سے آؤ، وہ لیکر حاضر ہوا، تو غلام احمد قادیانی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس پر ڈالو۔ حضرۃ الاستاذؒ نے فرمایا کہ میں اس وقت خواب ہی میں یہ آیت شریف پڑھنے لگا۔ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ الآية۔ سورۃ ابراہیم۔ کرتے ان کے گندھک کے ہونگے اور ڈھانک لے گی ان کے چہروں کو آگ۔

سیرت کے موضوع پر حضرۃ الاستاذؒ کی کتاب۔ سیرۃ المصطفیٰ چار جلد بہت عجیب وغریب ہے۔ محبت کا ایک عظیم شاہکار اور محدثانہ طرز پر صحیح اور مربوط ومستند واقعات پر مشتمل ہے۔ آخری جلد میں حضور صلوات اللہ علیہ وسلامہ کی معجزات کی تعداد واقسام پر مفصل بحث ہے۔ اور کتب سابقہ میں حضور فداہ ابی وامی کے بارے میں جو بشارات ہیں وہ بمعہ حوالہ جات وترجمہ درج ہیں، معراج کے واقعہ پر جو فلسفیانہ اعتراضات ہیں ان کی تفصیل اور جوابات بھی اس کتاب میں موجود ہیں — سیرۃ المصطفیٰ کی افادیت کا اس سے اندازہ لگائیں کہ اس پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تقریظ اور تعریف درج ہے۔

تفسیر میں حضرۃ الاستاذؒ کی معارف القرآن جن کی پانچ جلدیں تا خاتمہ سورۃ براءۃ، طبع ہو گئی ہیں۔ اور باقی مخطوط ہے۔ قرآن مجید کی مشکل مقامات کی شرح اور ایضاح کیلئے مفصل اور بہت مفید تفسیر ہے۔ جس کا مطالعہ ایک طالب تحقیق شخص کیلئے بہت ضروری ہے۔ حضرۃ الاستاذؒ نے "شرائط مفسر ومترجم" کے نام سے بھی ایک اصولی رسالہ لکھا ہے۔

فن حدیث میں حضرۃ الاستاذؒ امام وقت تھے۔ "التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" آٹھ جلدوں میں حضرت کی تصنیف ہے جس کا خطبہ محدث الہند الاکبر الامام شاہ انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے۔ اور شام کے علماء کرام کی تقریظات سے آراستہ ہے۔ بخاری شریف کے تراجم اپنی دقت اور مشکل ہونے میں مشہور ہیں اور اس بناء پر طلبہ حدیث شریف میں فقہ البخاری فی تراجمہ۔ ضرب المثل کے طور پر رائج ہے۔ حضرۃ الاستاذؒ نے اس مشکل موضوع پر متقدمین علماء کرام اور شراح حدیث اور اپنے مشائخ واساتذۂ عظام کی تشریح وتوضیح کی روشنی میں ایک مفصل شرح تحفۃ القاری کے نام سے لکھی ہے، جس کی تین اجزاء طبع ہو گئی ہیں۔ اور سترہ اجزاء مخطوط ہیں۔ آخری بیسویں جزء چھپ گئی ہے۔ بخاری کی کتاب التوحید سے اخیر تک۔ اور اس میں تمام آخری مشکل مباحث کا حل عجیب اسلوب سے کیا ہے۔ اور اس جزء میں خصوصی طور پر حضرات متکلمین کی نایاب کتابوں سے کافی اخذ کیا ہے۔ جو عام دسترس سے باہر ہیں، خصوصاً امام غزالیؒ رازیؒ امام الحرمینؒ اور ان کے والدؒ اور عبدالکریم شہرستانیؒ ابوبکر باقلانیؒ عبدالقاہر بغدادیؒ ابن الجوزیؒ تقی الدین الحصنیؒ ابوالمظفر الاسفرائینیؒ اور ان جیسے بلند پایہ متقدمین کی نادر الوجود کتابوں سے اتنے مواد جمع کئے ہیں جو ایک کتاب میں بیک وقت نہیں مل سکیں گے۔ امام بخاریؒ کا سب سے آخری اور متنازعہ مسئلہ کلام اللہ پر مستقل تصنیف لکھ چکے ہیں، جس کا نام ہے الکلام الموثوق فی ان القرآن کتاب اللہ غیر مخلوق۔

مقدمۃ البخاری۔ الباقیات الصالحات فی شرح حدیث انما الاعمال بالنیات۔ اور احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان۔ تحفۃ الاخوان بشرح حدیث شعب الایمان۔ وغیرہ۔ فن حدیث شریف میں حضرۃ الاستاذؒ کی تصنیفات ہیں۔

وعظ وارشاد میں حضرۃ الاستاذؒ خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ جامع مسجد نیلا گنبد لاہور میں ہر جمعہ کو آپ کی تقریر ہوا کرتی تھی، اور مختلف ناموں اور عنوانوں سے آپ کے کافی مواعظ طبع ہو گئے ہیں۔ جس سال ۱۳۷۵، ۷۶ھ میں حضرۃ الاستاذؒ کے ہاں جامعہ اشرفیہ لاہور۔ میں دورۂ حدیث شریف پڑھ رہا تھا تو حضرت نے ایک دفعہ مجھے ارشاد فرمایا کہ یہ جمعہ المبارک کا وعظ بھی اپنے لئے ایک درس سمجھو چنانچہ میں حضرۃ الاستاذؒ کے سامنے بیٹھ جاتا اور ہر جمعہ کی تقریر لکھتا رہا، دوران قیام لاہور اور اس کے بعد جہاں بھی حضرۃ الاستاذؒ کی تقریر ہوتی اور میں بھی حاضر ہوتا تو ضرور دیکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھتا جو اب تک میرے پاس موجود ہیں۔

حضرۃ الشیخؒ کی ہر تقریر پر علمی اور تحقیقی رنگ غالب ہوتا جس سے اہل علم اور طلبہ اور تعلیم یافتہ

طبقہ زیادہ متاثر ہو جاتا تھا۔

ادب اور شعر و شاعری | علم ادب میں حضرۃ الاستاذؒ کی مقامات حریری پر مفصل شرح مقبول خاص و عام ہے۔ جو ادیبی مقامات سے مشہور ہے۔ کوئی بھی مقامات پڑھانے والا اس شرح سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

میں نے حضرۃ الاستاذؒ سے سنا ہے کہ میں نے کبھی بھی مقامات حریری نہیں پڑھائی مگر دار العلوم دیوبند میں طلبۂ علم و ادب کو مقامات حریری سے زیادہ شغف اور دلچسپی رکھتے ہوئے دیکھا تو ان کے لئے یہ شرح لکھ دی۔ مقامات کی شرح کی ابتداء میں علم ادب کا مقدمہ لکھا ہے۔ اور مقدمہ سے پہلے حضور فداہ ابی و امی۔ وصلوات اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا ہے۔ قصیدہ بہت رواں اور سہل اور بحر متقارب پر بنایا گیا ہے۔ جس میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کافی اسماء گرامی اور کتب و صحف سابقہ میں آپؐ کے جو نام آئے ہیں۔ وہ سب جمع کئے گئے ہیں۔
حضور علیہ السلام کے معراج کے واقعہ پر حضرۃ الاستاذؒ کا ایک عربی قصیدہ "لامیۃ المعراج" نہایت عجیب و غریب اور بحر طویل پر نہایت سلیس انداز میں امرالقیس کے مشہور معلقہ کے طرز و اسلوب پر لکھا ہے۔ حضرۃ الاستاذؒ کی اپنی اردو شرح کے ساتھ طبع ہو گیا ہے۔ حضرت العلامہ شاہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس قصیدے کی بہت تعریف کی ہے۔

"تائیۃ القضاء والقدر" آپ کا مشہور عربی قصیدہ ہے۔ یہ قصیدہ علم کلام کے مشہور مسئلہ "قضاء و قدر، جبر و اختیار" کے موضوع پر ایک ملحد کے جواب میں لکھا ہے۔ یہ قصیدہ اپنی عربی شرح کے ساتھ چھپا ہوا ملتا ہے۔ یہ دونوں قصائد، مستقل علمی رسالے ہیں۔
مسئلہ رفع الیدین پر بھی آپ کا ایک عربی قصیدہ ہے۔ جو لامیۃ رفع الیدین کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں احناف کی دلائل اور دوسرے مذاہب والوں کو جوابات مختصر طریقے پر جمع ہو گئے ہیں۔
میں نے حضرۃ الاستاذؒ سے امرالقیس کے مشہور معلقہ پر کافی تنقیدیں سنی ہیں۔ جن میں بعض امام ابوبکر باقلانیؒ صاحب اعجاز القرآن سے نقل کیا کرتے تھے۔ اور بعض اپنی طرف سے جو حضرۃ الاستاذؒ کے ادبی ذوق اور تبحر کا بڑا ثبوت اور واضح دلیل ہے۔
فارسی میں بھی آپ کے کافی قصیدے ہیں جن میں بعض "عجیبت حدیث" کے آخر میں طبع ہو گئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کافی قصائد ہوں گے جو مجھے معلوم نہیں ہیں۔

میں نے حضرۃ الاستاذ سے سنا ہے کہ ایک دفعہ شام میں دورانِ قیام دمشق کے ایک مشہور عالم کی دعوت میں حاضر ہو گیا تھا، انہوں نے میری خاطر کے لئے سالن میں سرخ مرچ زیادہ ڈالی اور اس عالم نے مجھے کہا کہ آپ کی وجہ سے مرچ زیادہ ڈالی گئی ہے۔ عربی بلاد میں سرخ مرچ کا استعمال بہت کم ہے، تو میں نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

ولا بد من حلواء لوز و فستق

اذا ما اُتینا بالادام المفلفل

ترجمہ :۔ مرچ والا سالن کھانے کے بعد تو بادام اور پستے والا میٹھا حلوا چاہیئے۔

تو وہ عربی عالم بہت خوش ہو کر حلوا تیار کرا کر مجلس میں لے آئے۔ اور اس مناسبت سے میں نے حضرۃ الشیخؒ سے سنا ہے کہ التعلیق الصبیح کی طباعت کے سلسلے میں جب شام گیا ہوا تھا، تو میرا قیام مدرسہ اشرفیہ کے نام سے مشہور اور تاریخی مسجد دمشق میں رہا، جہاں امام نوویؒ کافی درس دے چکے ہیں۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر کے مقدمہ میں اس مدرسے کا ذکر کیا ہے۔ یہ ناچیز بھی بلاد عربیہ کی سیاحت کے دوران ۱۳۸۶ھ میں دمشق میں ایک مدرسے اور مسجد کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔

فضیلۃ الشیخؒ کے اخلاق و عادات | حضرۃ الاستاذؒ نہایت متواضع اور سادہ بے تکلف زندگی بسر فرماتے تھے، میں نے حضرت الاستاذؒ سے سنا ہے کہ ہم طالب علموں میں بھی شمار نہیں ہو سکتے، ہم تو حاملین کتب اور اجراء کتب ہی ہیں۔ یعنی کتابیں اٹھانے والے اور کتابوں کے مزدور۔

ایک دفعہ فرمایا کہ میں بخاری شریف کے درس دینے کے بعد توبہ اور استغفار پڑھتا ہوں اس ڈر سے کہ ممکن ہے کہ میرے خیال میں بخاری شریف پڑھاتے وقت غیر شعوری اور ارادی طور پر غیر اللہ کی نیت آگئی ہو، تو میں اس نیت بد کے خیال سے توبہ کرتا ہوں اور اس کی معافی کیلئے دعا اور استغفار پڑھتا ہوں۔ اور خداوند قدوس کا وعدہ ہے: وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ۔ الآیۃ۔ اور بیشک میں توبہ کرنے والوں کیلئے بہت بڑا بخشنے والا ہوں۔ سفر میں ایک پرانا بکس ساتھ رکھتے تھے، جس کا تالا بھی نہیں ہوتا تھا۔ اور ایک دفعہ اس ناچیز سے فرمانے لگے کہ لوگ سفر اور خصوصاً ریل گاڑی میں پوری رات اپنے نئے بکسوں کی چوکیداری کرتے رہتے ہیں۔ اور میں آرام سے سوتا رہتا ہوں۔ میرا بکس پرانا اور بے تالا ہوتا ہے، چور اگر اسے لے جانا چاہے تو پہلے کھول کر دیکھے گا کہ اس میں درویشوں کے ایک جوڑے دو کے علاوہ اور چند کتابوں اور اوراق اور قلم دوات کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔

تو لیجانے کی تکلیف قطعاً گوارا نہیں کریگا۔ کئی بار میں نے حضرت الشیخؒ کو پیدل بغیر جوتوں کے چلتے اور گھومتے ہوئے دیکھا ہے۔ بہت زیادہ کریم، خلیق اور مہمان نواز تھے، اپنے شاگردوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے، اور ہمیشہ اپنے شاگردوں کو اپنی تصنیفات بطور ہدیہ عنایت فرماتے۔ اس ناچیز کو حضرۃ الاستاذؒ سے شرف تلمذ حاصل ہو جانے کے بعد تقریباً ہر کتاب اور رسالہ بطور ہدیہ ملا ہے۔ ہدیہ کی ہر کتاب پر آپ نے یہ کلمات اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائے ہیں:

"ہدیہ مودت برائے برادر محترم عزیز از جان مولوی محمد حسن جان حسن اللہ حالہ وماٰلہ آمین یارب العالمین" از محمد ادریس کان اللہ لہ۔

ہمت اتنی تھی جس کی انتہا نہیں۔ اس ضعیف العمری کے زمانہ میں ہمیشہ مطالعہ اور لکھنے میں مصروف رہتے۔ آپ کے مطالعہ کے کمرے میں بہت سی کتابیں کھلی رہتی تھیں جن سے بیک وقت استفادہ فرمایا کرتے تھے، اور میں نے بعض احباب سے سنا تھا کہ حضرۃ الشیخؒ کبھی کبھار بخاری شریف پڑھانے کیلئے آٹھ آٹھ گھنٹے تک مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرۃ الاستاذؒ جامعہ اشرفیہ لاہور میں صرف بخاری شریف پڑھاتے تھے، مگر ایسے شوق و اخلاص سے جسکی نظیر میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ طلبۂ دورۂ حدیث شریف، ان کے ہاں صرف بخاری شریف پڑھنے سے باقی کتب حدیث بھی سیکھ جاتے تھے۔ آپ کا درس تمام کتب حدیث اور اہم مسائل اور مختلف علوم کا جامع ہوتا تھا۔

مجھ جیسے بے کار آدمی کو بھی ہر خط کا مفصل جواب دیا کرتے تھے۔ بیماری کی حالت میں وفات سے تقریباً ایک ماہ پہلے بھی اس ناچیز کے نام ایک والا نامہ اور معارف القرآن جلد پنجم کا ایک نسخہ بطور ہدیہ ارسال فرمایا۔

ہمیشہ قلم اور کالی سیاہی استعمال کرتے تھے۔ جس کیلئے حضرۃ کے پاس لکڑی کا ایک پرانا قلمدان ہوتا تھا۔ اور ایک بار مجھے فرمایا کہ یہ قلمدان میرے پاس بائیس سال سے ہے۔

نادر اور پرانی مطبوعہ کتب جہاں بھی ملتی تھیں خرید لیتے تھے۔ اور مجھے ایک دفعہ فرمایا کہ پشاور میں اگر تم کو میر زاہد ملا جلال پرانی طباعت مل جائے تو میرے لئے ضرور ایک نسخہ خرید دو۔

جہاں بھی حضرۃ الاستاذؒ چلے جاتے تو کتب خانوں کی تلاش ضرور کرتے۔ ہمارے گھر پڑانگ چارسدہ میں بھی ایک دفعہ تشریف لائے تو سب سے پہلے ہمارا کتب خانہ دیکھنے لگے اور پھر اپنے ساتھ بطور عاریت چند کتابیں لے گئے۔

اپنے شاگردوں کو فراغت کے بعد چند کتابوں کی دوبارہ پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ جن میں تلویح، توضیح اور شرح ملا جامی، بخاری شریف قابلِ ذکر ہیں۔

خود بھی دورۂ حدیث شریف دوبارہ پڑھ چکے ہیں، پہلی بار شیخ العرب والعجم حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ صاحب بذل المجہود سے، اور دوسری بار محدث الہند الاکبر الامام الشیخ السید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے۔ حضرۃ الاستاذؒ نے مقدمۃ البخاری کے آخر میں اپنے مشائخ کا ذکر فرمایا ہے۔

نوادر اور ملفوظات | صرفی نادرہ :- ایک بار میں نے حضرۃ الاستاذؒ سے سنا کہ علماء صرف نے ثلاثی مجرد کے چھ ابواب کی مثالوں کیلئے۔ نصر، ضرب، سمع، فتح، حسب، شرف۔ کا جو انتخاب کیا ہے۔ اس کی وجہ اور ربط و ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے تو ابتدائی طالب علم سے پڑھائی کے سلسلے میں امداد کرنی چاہیئے۔ یہ تو باب نصر، امداد کرنا، ہو گیا۔ اور اگر وہ سبق پڑھنے اور سننے میں غفلت برتے تو اس پہ باب ضرب۔ مارنا۔ جاری کرو۔ پھر خود باب سمع۔ سننا۔ میں آجائے گا۔ اور سبق خوب شوق سے سنے گا۔ اور سننے کے بعد اس کے لئے باب فتح۔ کھولنا۔ علم کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور اس دروازے میں داخل ہو جانے کے بعد باب حسب، بس کافی ہو جانا۔ یہ اس کے لئے کافی ہو جائیگا۔ اور جس کیلئے علم کافی ہو جائے تو وہ خود باب شرف، بزرگ اور شریف ہو جانا۔ میں شمار ہو جائے گا۔

نحوی نادرہ :- ایک بار فرمایا کہ ایک نحوی مسلمان عالم کا مناظرہ ایک قادیانی سے ہوا۔ نحوی عالم نے کہا کہ میں تم کو کافیہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء ثابت کرونگا، چنانچہ استدلال کیلئے کافیہ کی ابتداء سے عبارت :

الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد وھی اسم۔ تک پڑھنے لگا۔

اور پھر اس کی تشریح یوں کرنے لگا کہ الکلمۃُ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہے۔ چنانچہ آیت انما المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وکلمتہٗ القاھا الی مریم وروحٌ منہ۔ میں اس کا ذکر ہے۔ لفظ یہ کلمۃ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نفخ اور پھونک سے پیدا ہوا ہے۔ وُضِعَ لمعنیً مفردٍ۔ اور کلمۃ اللہ کا لقب ایک خاص شخص کے لئے جو صرف تنہا ماں سے بن باپ پیدا ہوا ہے۔ مفرد ہوا ہے۔ وھی اسمٌ۔ اور یہ کلمۃ اللہ اوپر چڑھ گیا ہے۔ فبھت الذی کفر۔ قادیانی ڈھنگ رہ گیا۔

نحو ثانیہ نادرہ :- ایک بار میں نے حضرت الشیخؒ سے سنا کہ ایک دفعہ ایک صرفی عالم

اور شافعی دو محدثین کے درمیان مسئلہ رفع الیدین پر مناظرہ ہو رہا تھا، احادیث سے جانبین کے استدلالات کے بعد شافعی عالم نے کہا کہ میں قرآن مجید سے رفع الیدین ثابت کروں گا۔ اور پھر کہنے لگا کہ رفع الیدین نماز کی زینت ہے۔ اور خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ یعنی ہر نماز کیلئے زینت اختیار کرو۔ تو حنفی عالم نے کہا کہ یہ تو عجیب استدلال ہے۔ میں تو آپ کو قرآن مجید کے صریح کلمات سے ثابت کردوں گا کہ نماز میں رفع الیدین نہیں کرنا چاہیئے، خداوند قدوس ارشاد فرماتے ہیں: اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ۔

ترجمہ:- کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روک دو اور نماز قائم کرو۔ تو شافعی عالم حیران اور جواب سے عاجز رہ گیا۔

توحید کی نادری :- ایک بار ایک مہتمم مدرسہ نے میری موجودگی میں حضرۃ الاستاذؒ سے کہا کہ حضرت آج کل شرک و استعانت کے مسئلے میں زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلافی موضوع پر بھی کچھ لکھنا چاہیئے۔ تو حضرۃ الاستاذؒ نے مزاحاً فرمایا کہ اگر شرک کا معنی اتنا عام ہو کہ ہر قسم کی استعانت کو شامل ہو تو ہم مدرسین ایک ہی قسم شرک میں مبتلا ہیں، کیونکہ ہم صرف مہتممین سے استعانت کرتے ہیں: تنخواہ لینا۔ اور آپ لوگ، مہتممین، بہت سی اقسام شرک میں مبتلا ہوں گے۔ آپ تو ہر مالدار شخص سے ہر قسم کی استعانت کرتے ہیں، چندے کا مطالبہ۔ اور پھر فرمایا کہ منبر کے چند واعظوں کے اختلاف سے اتفاقی مسئلہ اختلافی نہیں بن جاتا۔ اور جس شخص کا حافظ بدر الدین عینیؒ، حافظ ابن حجرؒ امام ابن الہمامؒ پر اور امام نوویؒ، حافظ جلال الدین سیوطیؒ جیسے بزرگان دین پر یقین و اعتماد نہ ہو تو ہم کیا ہیں؟ ہم جو کچھ لکھتے ہیں تو ان ہی حضرات کے اقوال وعبارات نقل کرکے لکھتے ہیں۔

محبت کا مظاہرہ اور آداب کا لحاظ | اور اس فقیر کی اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں تحصیل علم کے دوران، حضرۃ الاستاذؒ ایک بار حج کے سلسلے میں مدینہ منورہ تشریف لائے، میرے اصرار و دعوت پر حضرۃ الاستاذؒ میرے ساتھ یونیورسٹی آئے۔ اس وقت کے الامین العام الشیخ عبودی صاحب سے میں نے حضرۃ الاستاذؒ کا تذکرہ کیا کہ وہ ہمارے کمرے میں ہیں اور یونیورسٹی دیکھنے کیلئے میں نے دعوت دی ہے۔ الشیخ عبودی صاحب فوراً میرے ساتھ ہمارے کمرے میں آنے لگے۔ اور کہا کہ میں خود ان کو لے آؤں گا۔ چنانچہ شیخ عبودی صاحب حضرۃ الاستاذؒ کو اپنے ساتھ اپنے دفتر لے آئے اور میں بھی ساتھ تھا۔ شیخ عبودی باتوں باتوں میں حضرۃ الاستاذؒ سے پوچھنے لگے۔ کہ حضرت!

مدینہ منورہ کی ہوا کیسی ہے۔" تو حضرت الاستاذؒ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی ہوا کے بارے میں کیوں دریافت کرتے ہو۔" مدینہ منورہ کی ہوا تو اس وقت سے مبارک ہو گئی ہے جس وقت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہجرت کر کے لائے ہیں۔ میری طبیعت کے متعلق پوچھو کہ تم یہاں آکر کیسے ہو۔" اگر میں ٹھیک رہا تو یہ میری طبیعت کی صحت کی علامت ہو گی۔ اور اگر میں بیمار رہا تو یہ میری طبیعت کا نقصان ہو گا۔ مدینہ منورہ کی ہوا تو مبارک ہی مبارک ہے۔ شیخ عبودی صاحب بہت خوش ہو کر کہنے لگے کہ میرا مقصد بھی یہی تھا۔

ایک دفعہ میں نے حضرۃ الاستاذؒ کی خدمت میں مدینہ منورہ کا ایک لکڑی کا چھوٹا نارہ بند پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ اس جنگل۔ غابۃ۔ کے جھاؤں کا ہے، جس سے حضور صلوات اللہ علیہ وسلم کیلئے منبر شریف بنایا گیا تھا۔ تو حضرت الشیخؒ بہت خوش ہو کر اس کو چوما۔ اور سر اور آنکھوں پر لگا دیا۔ اس قسم کے بہت واقعات ہیں اور آپ کے نوادر اور ملفوظات ہیں جو حضرۃ الاستاذؒ کے علمی شغف اور حضور۔ فداہ ابی وامی۔ سے والہانہ محبت کے شواہد اور مثالیں ہیں۔ ؎

زبان ناطقہ در وصف حسن اولال است
چہ جائیکہ کلک بریدہ زبان بے ہودہ گو است

فتغمدہ اللہ۔ سبحانہ وتعالی۔ برحمتہ الواسعہ وغفرانہ

وافاض علی ضریحہ شآبیب فضلہ وکرمہ واحسانہ

آمین یارب العلمین۔

ادارہ

وفیات الاعیان

اہلیہ محترمہ قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ عالم اسلام کے عظیم مرکز علمی و دینی دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرۃ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی کی اہلیہ محترمہ کی وفات کا علم رسل و رسائل منقطع ہونے کی وجہ سے بہت بعد میں ہوا، مرحومہ اردو مدراسی زبان کی بہترین خطیبہ اور محافل مستورات میں وعظ و تبلیغ کی اعلیٰ خدمت انجام دیا کرتی تھیں اور بیشمار معنوی خوبیوں کی مالک کہ ع این خانہ ہمہ آفتاب ست ——
حق تعالیٰ مرحومہ کو اعلیٰ مقامات سے سرفراز فرما کر پس ماندگان خصوصاً حضرت حکیم الاسلام مدظلہ اور ان کے صاحبزادگان کو صبر جمیل کے درجات سے نوازے۔

مہاجر مکی شیخ محمد پاکستان کے مہاجر حرمین بزرگ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مکیؒ کا انتقال ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ کو ہوا۔ نماز جنازہ مسجد حرام میں ادا ہوئی اور تدفین جنت المعلیٰ میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجرؒ کے جوار میں۔ ذکر و فکر عبادات کے علاوہ حرم مکی میں درس کا سلسلہ مرحوم کا مشغلہ روز و شب رہا۔ حضرت مرحوم کے صاحبزادہ شیخ محمد مکیؒ نے وفات کی اطلاع دی حق تعالیٰ مرحوم کو قرب و رضا سے فائز فرمائے اور پس ماندگان میں ان کا فیض جاری ہے ——۔

مولانا حبیب الرحمان ضلع کیمبلپور کے علاقہ چھچھ کے فعال سرگرم اور جوش دین سے سرشار عالم مولانا حبیب الرحمان موضع ویسا ۱۹-۹-۷۴ ساڑھے بارہ بجے طویل علالت کے بعد وفات پا گئے فاضل دیوبند تھے۔ اور جمعیۃ العلماء کے دیرینہ سرگرم کارکنوں میں اپنے علاقہ کے ناظم جمعیۃ بھی رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نو ماہ تک اسارت سنتِ یوسفیؑ کی سعادت بھی پائی۔

ضلع کوئٹہ کے ایک مثالی بزرگ مولانا حاجی عبدالقدوس ولد حاجی ملا احمد اخوندزادہ ساکنہ مسیزئی ڈاکخانہ قلعہ عبداللہ جان پشین ضلع کوئٹہ ایک خانقاہ کے سجادہ نشین حق گو نڈر عالم اور دلیر بزرگ جمعیۃ العلماء اسلام کے نہایت سرگرم ممبر کی وفات ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء بروز جمعرات بوقت صبح نماز اور تلاوت قرآن کے

کے بعد ہوئی علاقہ کے علماء کرام پر بہت اثر تھا۔ جذبۂ حق کا یہ عالم کہ مولانا شمس الدین شہید کی وفات کے موقعہ پر ڈھائی سو میل سنگلاخ پہاڑوں میں ٹانچی پر بیٹھ کر سفر کر کے تعزیت کی اور فرمایا کہ گاڑی سے باندھ کر کھینچ بھی لو تب بھی شہید کی تعزیت کے لئے جاؤں گا۔

ایک صالح خاتون علامہ خالد محمود حال انگلینڈ اور جناب احسان قریشی صابری سیالکوٹ کی والدہ ماجدہ کا انتقال بعمر ۷۰ سال سیالکوٹ میں ہوا، مرحوم ایک زاہدہ، عابدہ اور مخیر خاتون تھیں۔ مرحومہ کے شوہر پیر محمد غنی قریشی قادری لاہور میں شیخ وقت مولانا احمد علی لاہوری رح کے جوار میں مدفون ہیں، حق تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

مولانا عبدالرحمان کامل پوری رح کے برادر اکبر اپنے وقت کے شیخ اور علامہ یگانہ شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوری مظاہری رح کے برادر اکبر جناب حاجی محمد زمان مرحوم کا انتقال بروز اتوار ۲۴ نومبر ۱۹۷۴ء اپنے گاؤں، بہبودی ضلع کیمبلپور میں ہوا۔ علماء اور نیک مسلمانوں نے جنازہ میں شرکت کی۔

مدیر معارف۔ اعظم گڑھ روزنامہ الجمعیۃ دہلی کی اطلاع ہے۔ برصغیر کے ممتاز اور قدیم علمی ماہنامہ معارف اعظم گڑھ کے مدیر شہیر مولانا معین الدین ندوی کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرتبہ: محمد اقبال قریشی۔ ہارون آبادی

مجالس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اسیر مالٹا کا تذکرہ

۱۔ فرمایا حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے زمانۂ جاہلیت کے ایک حلیم کی حکایت بیان فرمائی تھی کہ اس کے بھتیجے نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ لوگ قاتل کو پکڑ کر اس کے پاس لے گئے تو غایت حلم یہ تھا کہ اس نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی جس طرح بیٹھا تھا، اسی طرح بیٹھا رہا۔ اور یہ کہا احدیٰ یدیّ قطعت الاُخریٰ۔ یعنی میرے ایک ہاتھ نے دوسرے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے۔ اب یہ حماقت ہے کہ میں دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ دوں۔ ثُمَّ قَالَ وَلٰکِنْ اَدُّوْا اِلٰی اِمْرَاَتِیْ دِیَۃَ اِبْنِھَا مِنْ اِبِلِیْ فَاِنَّھَا لَا تَرْضٰی بِدُوْنِھَا۔ پھر کہا لیکن میری بیوی کو میرے اونٹوں میں سے ایک اس کے بیٹے کی دیت دیدو کیونکہ وہ بغیر دیت کے راضی نہ ہوگی ——۔

دیکھئے یہ ایک کافر تھا جس نے ایک غیر اختیاری ضرر سے پریشان ہو کر اختیاری ضرر کو گوارہ نہ کیا تو کیا ہم کو مسلمان ہو کر ایسا نہ ہونا چاہئے۔ پس یہ بڑی حماقت ہے کہ مصائب غیر اختیاری کی وجہ سے اپنے معمولات کو تباہ کر کے اختیاری ضرر میں مبتلا ہوں اس وقت اعمال پر جما رہنا ہی صبر ہے۔ (ماعلیہ الصبر صفحہ ۲۸)

۲۔ فرمایا مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے ایک بار قربانی کی تھی، آپ نے قربانی سے کئی مہینے پہلے ایک گائے خریدی اور اس کو خوب دانا کھلایا پلایا۔ اور عصر کے بعد جنگل میں اپنے ساتھ لے جا کر دوڑایا کرتے تھے۔ قربانی کے وقت تک وہ اتنی تیار ہو گئی کہ اس ارزانی کے زمانے میں بھی قصائی اس کی قیمت اسّی روپے دے رہے تھے۔ آجکل گرانی کے زمانے میں تو نہ معلوم کتنی قیمت ہوتی، مگر مولاناؒ نے کسی کو نہ دی اور قربانی کے دن ذبح کیا جب وہ ذبح ہوئی تو مولانا کے دل پر اثر ہوا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیونکہ عرصہ تک ساتھ رکھنے اور پرورش کرنے سے اس کے ساتھ محبت ہو گئی تھی اس پر کوئی یہ نہ

کہے کہ رنج کے ساتھ ذبح کرنا تو اچھا نہیں بلکہ خوشی کیساتھ ذبح کرنا چاہیئے کیونکہ حضرت فاطمہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یا فاطمہ احضری اضحیتک وطیبی بھا۔ یعنی اے فاطمہ اپنی قربانی کے پاس اگر کھڑی ہوجا اور اپنے دل کو خوش کر ۔۔۔ لہٰذا ایسا جانور ذبح کرنا چاہیئے جس کے ذبح سے خوشی ہو کہ اچھا ہوا پاپ کٹا۔ سو یہ غلط ہے۔ حدیث میں طیب نفسؓ کا امر ہے۔ وہ خوش عقلی ہے۔ اور جو میں کہہ رہا ہوں کہ ایسا جانور ذبح کرے جس سے دل دکھے یہ رنج طبعی۔ (تکمیل الانعام فی سورۃ ذبح الانعام ۳۳)

۳۔ فرمایا بقول حضرت مولانا دیوبندیؒ چائے ثقہ لوگوں کی بھنگ ہے۔ تو صبح ہی یہ بھنگ یعنی چائے اڑائی جاتی ہے۔ جس کے ساتھ بسکٹ اور انڈے وغیرہ بھی ہوتے ہیں جو خاصی غذا ہے۔ پھر دوپہر کو اور اس کے بعد شام کو کھانا کھایا جاتا ہے۔ پھر رات کو دودھ یا چائے پی کر سوتے ہیں اور چائے کو میں نے کھانا اس لئے شمار کیا ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو ایسی بے چینی ہوتی ہے۔ جیسے کھانا کھایا ہی نہیں۔ (مظاہر الاعمال ص ۹)

۴۔ فرمایا ایک دفعہ حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ نے فرمایا ایک شخص ایک مشہور و معروف بزرگ کی تلاش میں نکلا، راستہ میں اس کی نماز کی جگہ کو دیکھا، کف دست، کا نشان سجدہ میں خلاف سنّت لگا ہوا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ وہ مخالف سنّت ہے، وہیں سے واپس ہوگیا اور ارادہ زیارت فسخ کیا کہ جو شخص سنّت نبوی کا تارک ہو وہ بزرگ اور ولی نہیں ہو سکتا۔ (خیر الافادات)

۵۔ فرمایا حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے سند لینے کا ارادہ کیا اور اس کیلئے گنگوہ حاضر ہوئے، مگر مارے ادب اور عبدیت کے خاموش رہے کہ اگر یہ پوچھ لیا کہ تجھ کو آتا کیا ہے جو سند لینا چاہتا ہے۔ تو کیا کہوں گا۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانہ ہے اس عبدیت، تواضع اور کسر نفسی کا ۔۔۔ (خیر الافادات)

۱ے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ ہندو کہتے ہیں۔ مسلمان بہت بے رحم ہیں۔ گئو ہتھیا کرتے ہیں یہ واقعہ ان کے لئے دندان شکن جواب ہے۔ بھلا جس شخص کی آنکھ میں ذبح کے وقت آنسو بھرے ہوں وہ تو اعلیٰ درجہ کا رحم دل ہے مگر مسلمان کا یہی بڑا کمال ہے کہ باوجودیکہ ذبح کے وقت اس کے دل میں رقت ہے اور جانور کی صورت دیکھ کر دل پسیج رہا ہے۔ پھر بھی وہ خاموش کھڑا ہو کر حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں مشغول ہے یہ بھی فرمایا کہ رنج طبعی منقص ثواب نہیں بلکہ مکمل ثواب ہے چنانچہ اولاد کے مرنے پر جو طبعی رنج ہوتا ہے، اس پر ثواب کا وعدہ ہے۔ ہاں رنج عقلی منقص ثواب ہے۔

۶۔ فرمایا حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے فرمایا کہ حدیث سے مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی میں لفظ ما عام ہے۔ عقائد اعمال۔ اخلاق۔ معاشرت، سیاست سب چیزوں کو اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان تمام شعبہ ہائے زندگی میں مقبول اور مستقیم راستہ وہی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہو جو راستہ اس سے مختلف ہو وہ مستقیم نہیں خواہ عقاید سے متعلق ہو یا اعمال واخلاق سے یا حکومت وسیاست سے اور عام معاشرت سے۔ (مجالس حکیم الامت)

۷۔ فرمایا ہمارے بزرگوں کی عجیب شان تھی کوئی انکی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ مولوی محمود صاحب رامپوری نے مجھ سے حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی ایک حکایت بیان کی مجھ کو تو حیرت ہوگئی اور لوگ تو اپنا احترام اپنی خدمت اور اپنی پرستش چاہتے ہیں۔ اور ان حضرات کی یہ حالت تھی۔ کیا ٹھکانہ ہے۔ اس بے نفسی کا انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اور میرے ساتھ ایک ہندو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں دیوبند آئے۔ دیوبند پہنچ کر اس ہندو نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں ٹھہروگے۔ میں نے کہا میں مولاناؒ کے یہاں قیام کروں گا وہ ہندو بولا کہ جی میں روٹی تو اپنے اقارب کے ہاں کھاؤں گا۔ باقی سونے کیلئے اگر کوئی چھوٹی سی چارپائی مجھ کو بھی مل جائے تو وہاں ہی ٹھہروں گا۔ میں نے کہا مل جائے گی تو روٹی کھا کر آجانا۔ ایسا ہی ہوا۔ میں نے حضرت مولاناؒ کی بیٹھک میں ایک چارپائی اس کے لئے الگ بچھادی۔ ایک چارپائی پر میں لیٹ گیا وہ ہندو تو پڑتے ہی سو گیا۔ اور میں جاگ رہا۔ کہ حضرت مولانا دبے پاؤں زنانہ مکان سے تشریف لائے اور اس ہندو کی چارپائی کی پٹی پر بیٹھ کر اس کے پیر دبانے لگے۔ میں ایک دم چارپائی سے کھڑا ہوگیا۔ اور جاکر عرض کیا کہ حضرت چھوڑ دیں، میں دبا دوں گا۔ فرمایا کہ یہ تمہارا حق نہیں میرا مہمان ہے یہ خدمت میرے ذمہ ہے۔ میں نے اصرار کیا اس پر فرمانے لگے کہ تم کون ہو گڑبڑ مت کرو بے چارے کی آنکھ کھل جائے گی تکلیف ہوگی۔ پس وہ ہندو تو پڑا پڑا خر خر کر رہا تھا۔ اور مزاحاً فرمایا اَنَا مقدر تھا۔ اور مولانا پاؤں دبا رہے تھے۔ اب مدعی تو بے نفسی کے بہت ہیں۔ مگر ذرا عمل کر کے دکھائیں تو حقیقت معلوم ہو۔ ایک مرتبہ اسٹیشن مرادآباد پر حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کا اور میرا اجتماع ہوگیا۔ سیوہارہ کے بھی کچھ حضرات تھے۔ انہوں نے مجھے اور حضرت مولاناؒ کو سیوہارہ اتارنا چاہا۔ میں نے اضمحلال طبع وغیرہ کا عذر کیا اور حضرت مولانا نے قبول فرمالیا۔ لوگوں نے میرے عذر پہ کہا ہم وعظ کی درخواست نہ کریں گے جس سے اضمحلال میں تکلیف ہو میں نے کہا بدوں وعظ کہے تو مجھ کو کسی کی روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ مولانا نے بے ساختہ کیا فرمایا کہ ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں کہ بلا کام کئے کھا لیتے ہیں۔ میں اس وقت بہت شرمندہ ہوا۔ اور کسی معذرت پیش کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ مگر مولانا بشاش تھے۔

(الافاضات الیومیہ حصہ دوم ص۱۶۵ ص۱۶۶ ص۲۹۵)

(مسلسل)

جدید زبانوں کے عربی ماخذ

جناب مضطر عباسی ـ (مرو)

اُمید | "امید" فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اسکی عربی "اَمَلٌ" ہے۔ انگریزی میں امید کے لئے HOPE اور جرمن میں HOFFEN کے کلمات ہیں۔ ان کا ماخذ اہل یورپ کے خیال کے مطابق ڈینیش (DANISH) کا کلمہ HAAB ہے۔ جس کے معنیٰ تمنّا، آرزو، محبت اور خواہش کے ہیں۔ جو عربی میں "حُبّ" اور "حَابٌ" کی صورتوں میں موجود ہے۔

چاہنا | "چاہنا" ہمارا اپنا لفظ ہے۔ چاہت اس سے حاصل مصدر ہے۔ اور اگر ش اور چ کو ایک دوسرے سے بدل جانے والے حروف مان لیا جائے تو عربی میں اسکی صورت شاء ہے۔ جس کا مادہ شئی ہے۔ "چاہنا" میں "نا" مصدر کی علامت ہے۔ ہ + ہمزہ کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ باقی رہا "چ" اور "ش" کا ایک دوسرے سے بدل جانا "کراچی" کے عربی تلفظ "کراشی" اور "چائے" کے عربی مفہوم "شاء" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

یورپ کی جدید زبانوں میں بھی چ (CH) اور ش (SH) ایک دوسرے سے بدلتے ہیں۔ اور بسا اوقات CH (چ) SH (ش) کی آواز دیتا ہے۔

"چاہنا" کے لئے انگریزی میں DESIRE فرانسیسی میں DESIRER ہسپانوی میں DESEAR پرتگالی میں DESEJAR اطالوی میں DESIDERARE اور اسپرانتو میں DEZIRO کے الفاظ ہیں۔ ان کا ماخذ لاطینی زبان کا کلمہ SIRE ہے۔ اس کے شروع میں DE بطور سابقہ زائد ہے۔ SIRE میں S (س) کی آواز Z (ز) کی ہے۔ جیسا کہ اسپرانتو والوں نے DEZIRO میں "Z" کی اختیار کیا ہے۔ گویا DESIRE اور اس کے دوسرے یورپیائی زبانوں کے مرادفات کا ماخذ SIRE (زائر) ہے۔ جسکی عربی میں ایک صورت "زار" "یَزُوْرُ" زیارۃ میں ملتی ہے کبھی کی زیارت ملاقات اور دیدار کیلئے جانا اس میں وہ چاہت اور آرزو بدرجۂ اتم موجود ہے۔ جو

اہلِ یورپ کے ہاں DESIRE اور DEZIRO میں پائی جاتی ہے۔

انسان کسی مقصد اور مراد کے حصول کیلئے بعض اوقات جھوٹ کا سہارا لیتا ہے۔ گویا جھوٹ بولنا کسی تمنا یا آرزو کی خاطر ہوتا ہے۔ اور جھوٹ کیلئے عربی میں "زور" ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ اہلِ یورپ نے "زور" سے SIRE اور DESIRE چرایا ہے تو یہ بات بلا دلیل نہ ہوگی۔

غور | غور کرنا فکر کرنا سوچنا وغیرہ میں غور کا ماخذ عربی ہے جس کے معنیٰ گہرائی کے ہیں سوچ میں گہرائی کا مفہوم ہمارے ہاں "غور" سے ادا کیا جاتا ہے۔ "قبر" بھی گہری ہوتی ہے۔ اس نسبت سے فارسی والوں نے "غ" کو "گ" سے بدل کر "گور" بنا لیا ہے۔ اور اسی سے انگریزی کا GRAVE اور جرمن کا GRAB ہے۔ جس کے معنیٰ قبر کے ہیں۔ خود "قبر" عربی لفظ ہے، جس کے معنیٰ چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں۔ انگریزی کا COVER (ڈھانپنا) فرانسیسی کا COUVRIR ہسپانوی کا CUBRIR اور اطالوی زبان CUPRIRE عربی کے اسی ماخذ یعنی "قبر" سے ماخوذ ہیں۔

بات غور کی ہو رہی تھی۔ کہ درمیان میں قبر کا ذکر آگیا۔ غور کے لئے انگریزی میں CONSIDER کا لفظ ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں۔ غور کرنا۔ قیاس کرنا۔ توجہ کرنا وغیرہ۔ یہ لفظ لاطینی میں CONSIDERO ہے۔ اہلِ یورپ کا خیال ہے کہ لاطینی کے اس لفظ CONSIDERO میں CON سابقہ ہے۔ "O" آخر میں علامت ہے۔ اصل مادہ SIDER ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں جمع کرنا زیادہ کرنا اسکی موجودہ صورت SIDUS ہے۔ جس میں US لاحقہ زائد ہے۔ اصل ROOT یعنی ماخذ SID ہے۔ جو عربی میں زاد۔ ازاد یزید کی صورت میں موجود ہے۔ S (س) Z (ز) ہم آواز ہے۔ "ا" حرفِ علت ہے۔ جو زادَ میں الف اور "یزید" اور "مزید" وغیرہ میں "ی" ہے۔

یورپ کے ماہرینِ لسانیات کا ایک نظریہ یہ ہے کہ DESIRE اور CONSIDER دونوں کا مادہ اور ماخذ لاطینی کا لفظ SIDUS ہے۔ اور دونوں کے معنوں میں قدرِ مشترک "اضافہ یا زیادہ" کا مفہوم ہے۔ جو عربی کے زادَ اور یزیدُ سے لیا گیا ہے۔

تحفظ | تحفظ عربی لفظ ہے۔ اس کا مادہ حفظ ہے۔ انگریزی میں CONSERVE کے معنیٰ تحفظ کے ہیں۔ اس میں CON زائد ہے۔ اصل لفظ SERVE ہے۔ اسی کے شروع میں RE لگاکر RESERVE اور PRE لگاکر PRESERVE کے کلمات بنائے گئے ہیں۔ معنیٰ سب کے کم و بیش تحفظ اور بچاؤ کے ہیں۔ جس مفہوم کے لئے انگریزی میں RESERVE ہے۔ اسی مفہوم کیلئے فرانسیسی میں RESERVER ہسپانوی میں RESERVAR پرتگالی میں RESERVAR اور جرمن میں

RESERVIEREN ہے۔ ان تمام RESERVIEREN ہے۔ اسپرانتو میں یہ لفظ REZERVO یا REZERVI ہے۔ ان تمام کلمات کا ماخذ اہل یورپ کے خیال کے مطابق لاطینی زبان کا لفظ SERV ہے۔ جس کے معنی پس انداز کرنے کے ہیں۔ عربی میں یہ لفظ صَرَف اور سَرَف کی صورتوں میں ملتا ہے۔ صرف اور سرف کے معنی خرچ کرنے کے ہیں۔ اور اہل یورپ نے اس کے الٹ مفہوم کو اپنایا ہے۔

بعض اوقات ایک لفظ دو ایسے معنوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ جیسے عربی میں حریف ہے۔ جو دوست اور مخالف دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اور بعض اوقات ایک لفظ ایک زبان میں جس مفہوم کے لئے استعمال ہوتا ہے، وہی لفظ کسی دوسری زبان میں پہلی زبان کے مفہوم کی ضد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے عربی میں "جا" کا مفہوم "آنا" ہے۔ اور اردو میں اس کے معنی ہیں "جانا"۔ عربی میں "نکث" کے معنی ہیں رسّی وغیرہ کے بل کھولنا اور لاطینی اور یورپ کی دوسری زبانوں میں NECT کے معنی ہیں رسّی وغیرہ کو بل دینا یا باندھنا۔

گویا لغتِ اضداد کا استعمال جس طرح ایک زبان میں ہوتا ہے۔ اسی طرح دو یا دو سے زائد زبانوں میں بھی ہوتا ہے۔

خدمت | خدمت عربی ہے۔ خادم اور مخدوم اسی سے ہیں۔ انگریزی میں خدمت کیلئے SERVICE ہے۔ فرانسیسی میں SERVIR ہسپانوی میں SERVIRE پرتگالی میں SERVIR اور اطالوی زبان میں SERVIRE ہے۔ اسپرانتو میں SERVO ہے۔ ان سب کا ماخذ لاطینی زبان میں SERVUS ہے۔ US لاحقہ زائد ہے۔ اصلی مادہ SERV ہے۔ جو عربی میں "سَرْوٌ" ہے۔ اسی سے تسرّی ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کو لونڈی بنانا۔ اَسَرَ، جس سے اسیر (قیدی) ماخوذ ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں جن کے لئے لاطینی کا SERV ہے۔

غلام | غلام عربی لفظ ہے۔ ہمارے ہاں غلام کے معنی عربی کے غلام سے قدرے مختلف ہیں۔ ہم جسے غلام کہتے ہیں۔ انگریز اسے SLAVE کہتے ہیں۔ فرانسیسی میں غلام کو ESCLAVO پرتگالی میں ESCRAVO اطالوی میں SCHIAVO اور جرمن میں SKLAVE کہتے ہیں۔ اسپرانتو میں غلام کیلئے SKLAVO ہے۔ ان تمام کلمات کے ماخذ کا تعلق "سلاو" قوم سے ہے۔ یہ قوم یورپ کی دوسری اقوام کے مقابلے میں پسماندہ تصوّر کی جاتی تھی۔ اور اس قوم کے افراد غلامی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس لئے اہل یورپ نے غلام کیلئے SLAVE کا لفظ اپنا لیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ قوم سُلاو کیوں کہلائی اس کا جواب عربی میں مل جاتا ہے۔ جہاں سَلَفٌ اور اسکی جمع اسلاف کے

معنی ہیں۔ یا پہلے زمانے کے لوگ پرانی وضع کے لوگ گزرے ہوئے وقتوں کے لوگ چونکہ دنیا ارتقاء پذیر ہے۔ اس لئے ہر زمانے کے لوگ بعد میں آنے والوں کی نسبت پسماندہ تصور کئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ براعظم یورپ کی پسماندہ اقوام کو سلاو کہا گیا اور پھر سلاو سے SLAVE (غلام) وغیرہ کے الفاظ وضع کئے گئے۔

سلاو یا سلاف اقوام کو یورپ کی جن زبانوں میں سقلاو صقلاو یا سقلاف کہا جاتا ہے وہ غلام کیلئے بھی SKLAVE اور SKLAVO کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔

قدامت | قدامت عربی لفظ ہے، قدامت پسند کو انگریزی میں CONSERVATIVE کہتے ہیں۔ اس میں CON سابقہ ہے۔ TIVE لاحقہ ہے۔ اصل مادہ SERV ہے۔ جس کی تشریح خدمت کے عنوان کے تحت کی جا چکی ہے۔ اس موقع پر مزید عرض ہے کہ SERV جو انگریزی میں SERVE ہے۔ اہل یورپ نے اس کا ماخذ اور SLAVE (غلام) کا ماخذ ایک ہی مانا ہے۔ یعنی پسماندہ اقوام کے افراد یا پسماندہ لوگ خادم نوکر غلام وغیرہ۔

ہماری گذارش ہے کہ SERVE اور SLAVE دونوں کا ماخذ SERV ہو تو اسکی اصل عربی میں لفظ "امیر" اور "اسارت" وغیرہ کا ماخذ ہے۔ اور اگر ان کا ماخذ SLAVE ہو تو اس صورت میں ان کا تعلق عربی کے کلمہ سلف سے ہے۔ اور اگر دونوں الگ الگ ہوں تو SERVE کا عربی ماخذ "اسارت" کا ماخذ ہے۔ اور SLAVE مصدر عربی کا "سلف" ہے۔

چونکہ SLAVE یا SERVE کے مفہوم میں قدامت کا تصور پایا جاتا ہے۔ اس لئے قدامت پسند کیلئے CONSERVATION اور قدامت پسندی کیلئے CONSERVATION کے کلمات مستعمل ہیں۔ قدامت پسندی کا مطلب ہے قدیم روایات آباؤ اجداد کی روایات اور رسوم کا تحفظ کیا جائے اس روش اور طریقے کو باقی رکھا جائے جو پرانے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ اس طرح اس میں حفاظت بچاؤ اور تحفظ کا مفہوم آ جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کے معنیٰ محافظ یا حفاظت کے لئے جاتے ہیں۔

قتل | قتل عربی لفظ ہے، انگریزی میں SLAY کے معنیٰ قتل کرنے کے ہیں، آئس لینڈ کی زبان میں SLAY کا مترادف SLA ہے۔ عربی میں سلاح کے معنیٰ ہیں مارنے کا آلہ یعنی آلہ جنگ اور سلاو کے معنیٰ ہیں مارنا۔

ہسپانوی اور پرتگالی زبانوں میں قتل کرنے کیلئے MATAR کا لفظ ہے۔ اس میں AR لاحقہ ہے۔ باقی MAT ہے۔ جو عربی میں مَاتَ اور مَوتٌ کی صورت میں موجود ہے۔ موت کے لئے

فرانسیسی میں MORT ہسپانوی میں MUERTO پرتگالی اور اطالوی زبانوں میں MORTO اور اسپرانتو میں MORTO ہے۔ اردو کا مرنا اور فارسی کا مردن بھی MORTO سے ماخذ ہے۔ MURTO کا ماخذ MORT ہے۔ جس میں R زائد ہے۔ باقی لفظ MOT عربی کا "موت" ہے۔

یورپ کی زبانوں میں R کی حیثیت قابلِ رحم ہے۔ یہ لفظ کہیں زائد تصور کیا جاتا ہے۔ اور کہیں اسے ل (L) سے بدل دیا جاتا ہے۔ زائد کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

REVENGE کے معنیٰ ہیں بدلہ انتقام اس میں R زائد ہے۔ AVENGE اصل لفظ ہے۔ اسی طرح CIRCLE کے جو معنیٰ ہیں وہی معنیٰ R کے حذف کے ساتھ CYCLE کے ہیں۔ فرانسیسی میں DOS کے معنیٰ ہیں پشت پیٹھ اور پرتگالی میں پشت کے لئے DORSO کا لفظ ہے۔ اسی طرح اطالوی میں بھی پیٹھ کو DURSO کہتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے آخر میں O علامت اسم کے طور پہ زائد ہے۔ اصل لفظ DURS ہے جس کا R فرانسیسی میں حذف ہوگیا ہے۔ اور لفظ DOS بن گیا ہے۔ اور یہی DOS فارسی میں "دوش" (کندھا) کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

باقی رہا R کا L (ل) سے بدل جانا، سو اسکی مثالیں اس سے پہلے پیش کی جا چکی ہیں اس موقع پر صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ MARTAR (قتل) MORT اور MORTO یعنی موت وغیرہ کلمات میں R (ر) زائد ہے۔ اصل کلمہ عربی کا مات اور موت ہے۔ ■■

بقیہ: نقشِ آغاز: ــــ جرنیل نے فتح کے بعد ملک کے آدھے حصے مشرقی پاکستان پر پاکستان کا جھنڈا لہرایا اس کی خدمات اور کارناموں کو تاریخ کیوں فراموش کرے گی؟ اور تاریخ تو اس بارہ میں بڑی وسیع الظرف ہے وہ نہ صرف عمل اور سعی بلکہ اس کے نتائج، محرکات اور ہر قسم کے عوامل کو بھی اپنے سینہ میں محفوظ رکھ کر اگلی نسلوں تک یہ سب کچھ منتقل کر دیتی ہے۔ مگر افسوس تو پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالکوں پر ہے کہ اپنے ایسے جرنیلوں کی وفات پر بھی نہ تو کوئی جھنڈا سرنگوں ہوتا ہے۔ نہ راگ ورنگ میں کچھ وقفہ آتا ہے۔ نہ قومی سطح پر کوئی خراجِ تحسین اور ستائش ہوتی ہے۔ پاکستان کیلئے سب کچھ تج دینے والے بزرگوں پر پاکستان بننے کے فوراً بعد سے لیکر اب تک کیا بیتی وہ تو ایک مستقل المناک باب ہے۔ بہرحال ہم علامہ عثمانی قدس اللہ سرہ العزیز کی علمی اور دینی عظمتوں کو سلام کہتے ہوئے اس سانحۂ علم میں علمی دنیا کے شریک اور مرحوم کے درجاتِ عالیہ کے متمنی ہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
یوم العرفہ

قارئین کے خطوط
ایڈیٹر کے نام

افکار و تاثرات

پیر سباکؒ ایک تحقیقی علمی کام میں تعاون درکار ہے

راقم الحروف کا حضرت محمود شاہ المعروف پیر سباکؒ پر ایک مقالہ لکھنے کا خیال ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا دست تعاون درکار ہے۔ اس علاقے کی ایک عظیم علمی و دینی درسگاہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے آپ میری کافی مدد کر سکتے ہیں۔

پیر سباکؒ کا مختصر سا تعارف یوں ہے کہ آپ شیخ رحمکار کاکا صاحبؒ کے ہم عصر اور روحانی فیض دہندہ تھے۔ ۱۰۲۵ھ کے اس پاس فوت ہوئے۔ ان کے نام کی مناسبت سے ایک گاؤں "پیر سباک" (جسے زمانہ حال میں غلط طور پر "پیر سباق" لکھا جاتا ہے) نوشہرہ شہر سے تین میل آگے دریائے کابل کے کنارے واقع ہے۔ ان کا مزار اقدس ٹل بلند خیل کوہاٹ میں واقع ہے۔ آپ اس پیر سباک سے مختلف ہیں جو علاقہ سدھوم موضع رستم میں مدفون ہیں۔

آپ سے میری درخواست وگزارش یہ ہے۔ کہ آپ اس سوال کا جواب تلاش کرنے میں میری مدد فرمائیں۔ کہ ان کو "پیر سباک" کیوں کہا گیا۔؟ اب تک میرے سامنے اس کی درج ذیل توجیہات سامنے آچکی ہیں۔۔۔

۱۔ سباک عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "پگھلانے والا"۔ لیکن کسی طور بھی یہ بات ثابت نہیں کہ آیا وہ سباکی کا کام کرتے تھے یا ان سے اس قسم کی کسی کرامت کے ظہور کی وجہ سے ان کو یہ لقب دیا گیا۔۔۔۔

۲۔ حضرت کاکا صاحب کو سبق پڑھانے کی وجہ سے "پیر سباک" کہلائے ان کی اولاد کا یہی دعویٰ ہے کہ سباک سبق ہی کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔

۳۔ خٹک اور سباک دو مترادف الفاظ ہیں جب ہم کہتے ہیں پیر سباک تو اس کے معنی ہوئے پیر خٹک۔

۴۔ حضرت اسحاق الموافقؒ برادر حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے سہاگی پیر مشہور ہوئے۔

۵۔ آخری توجیہ یہ ہے کہ "سبکین" کے نام سے ایک گاؤں ملک شام میں واقع ہے۔ کئی محدثین اور فقہاء وہاں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے "سُبکی" کہلائے۔ جیسے تاج الدین سبکیؒ۔ امام تقی الدین سبکیؒ۔ عبدالباقی سبکی۔ سعید سبکی۔ معروف سُبکی اور محمد عمر سبکی وغیرہ۔ مولانا میر محمد یعقوب سُبکی ـــ (زمانہ حیات ۶۱۹ھ) ایک محدث جلیل اور فقیہہ بے عدیل بھی اسی خاندان میں گزرے ہیں۔ حضرت محمود شاہ اسی مولانا میر محمد یعقوب سُبکی کی اولاد میں سے ہیں اور اسی نسبت سے "سباکی پیر" کہلائے۔

اب مجھے مولانا میر محمد یعقوب سُبکی کے متعلق معلومات درکار ہیں۔ خاص کر ان کا شجرہ نسبی۔ حضرت پیر سباکؒ کی اولاد کے پاس جو شجرے ہیں ان میں یہ نام یوں درج ہے:

محمود شاہ[1] عرف پیر سباک ابن[2] اباابکر ابن شاہ اسماعیل[3] ابن میر علی[4] ابن میر کلاں[5] ابن میر قلندر شاہ کریم[6] ابن میر ولی اللہ ابن میر سلیمان[7] ابن میر قطب الدین[8] ابن علی اکبر[9] ابن طاہر[10] ابن میر یعقوب[11] ابن بہاء الدین[12] علیم ملقب بہ برہان الدین ابن سید جلال الدین[13] حسین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ در اُچ شریف۔

مکرمی مولانا صاحب! میں آپ کو بے جا تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ آپ بھی سوچتے ہوں گے۔ کہ مجھے کسی غیر متعلقہ موضوع پر لکھنے کو کہا جا رہا ہے۔ لیکن کیا کریں صوبہ سرحد ایک ایسا بدقسمت علاقہ ہے۔ جہاں کے قدیم مشائخ عظام اور علمائے کرام کے مستند حالات زندگی معلوم نہیں۔ جو تھوڑی بہت معلومات دستیاب ہیں بھی تو روایات کی شکل میں جو غیر مصدقہ ہونے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار شریعت مقدسہ کی روح کے بھی خلاف ہوتے ہیں۔

امید ہے آپ میرے اس شوق کی حوصلہ افزائی فرماویں گے اور مولانا میر محمد یعقوب سُبکی کے متعلق معلومات فراہم کر کے لفظ سُبکی۔ سباکی اور سباک کے بامقصد معنی متعین کرنے میں میری مدد فرمادیں گے۔

ڈاکٹر چراغ حسین شاہ
انچارج ٹی۔ بی۔ سی۔ سول ہسپتال لکی مروت
ضلع بنوں۔ صوبہ سرحد (پاکستان)

الحق:۔ علمی اور تحقیقی کاموں سے شغف رکھنے والے فاضل مراسلہ نگار سے علمی تعاون فرمادیں۔

قرآن روشنی ہے۔
شام ہمدرد کا مبارک پروگرام

۱۹۷۵ء کے لئے شام ہمدرد کا موضوع ہے۔ "قرآن روشنی ہے۔" اس موضوع پر پاکستان کے دانشور اور اہل فکر و نظر اور اصحاب قلم مختلف شعبہ ہائے زندگی میں قرآن کی روشنی سے جو انقلاب آیا ہے اس کو واضح کریں گے۔ اور بتائیں گے

کہ اگر ہم اب بھی قرآن کی روشنی سے پوری طرح فائدہ اٹھانا چاہیں تو نکبت و ناکامی کے اندھیروں سے نکل کر فلاح و سربلندی کی روشن شاہراہ پہ رواں دواں ہو سکتے ہیں۔

شام ہمدرد کے ذریعے سے قرآن کی روشنی کو افراد ملت اور نئی نسل تک اس انداز سے پہنچایا جائے گا کہ وہ اس کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور ان کو معلوم ہو کہ اس نور کے آگے تمام ازموں کی "روشنیاں" ماند اور بے حقیقت ہیں۔

جد و جہد جاری رہے کہ اسلامی ممالک کے علماء و فضلاء بھی ۱۹۷۵ء میں شام ہمدرد سے خطاب فرمائیں۔

حکیم محمد سعید - ہمدرد

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے — تحریک جدید ربوہ کا ایڈیٹر

مکرم مدیر صاحب۔ الحق۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بھلا یہ بات کیا ہوئی کہ جس سے اختلاف ہوا اُسے صیہونی سازش میں شامل کر دیا۔ احمدیہ جماعت کو تو آپ صیہونی سازش کہتے ہی تھے۔ اب آپ نے غلام احمد پرویز کو بھی صیہونی سازش بتایا ہے۔ (اپنے سوتیلے بھائی سے یہ ہمدردی تعجب خیز نہیں دونوں ایک تھیلے کے چٹے بٹے ہیں۔ الحق)

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ یہودیوں نے مسیح ناصری کے خلاف بھی سازش کی تھی اور اب بھی وہ مسیح محمدی کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ جو لوگ مسیح محمدی کے خلاف شد و مد سے کوششیں کر رہے ہیں۔ (الحق کا بھی ان میں شمار کر لیجئے۔) وہ کہیں بالارادہ یا بلا ارادہ صیہونی سازش کا شکار تو نہیں، اور جانتے ہوئے یا بغیر جانے یہودیوں کے ہاتھ میں تو نہیں کھیل رہے۔

ہم بغیر ثبوت کوئی بات کہنے کے حق میں نہیں ہیں۔ اس لئے یقینی طور پر تو نہیں کہتے کہ الحق یہودیوں کے ہاتھوں میں کھیل کر مسیح محمدی کی مخالفت کر رہا ہے (مگر ہم تو آپ کو شواہد، حقائق اور ثبوت دے کر یہودیوں اور کافروں کا ایجنٹ ثابت کر چکے ہیں۔ الحق)

لیکن چونکہ قرآن کریم نے بھی یہ دعا سکھائی ہے۔ کہ اے اللہ ہمیں یہودیوں کے راستے پر نہ چلا اور قرآن بھی یہ بتاتے ہیں، مسیح ناصری کی مخالفت کرنے والے ہیں۔ مسیح محمدی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس لئے اس بات کا امکان ضرور ہے۔ کہ الحق بھی نادانستہ طور پر ہی سہی صیہونی سازش کا شکار ہو۔ (خود ساختہ مسیح محمدی اپنے انجام کو پہنچا، مسلمانوں نے اس مسیح دجال کا تیاپانچہ کر دیا۔ اور وہ اپنے انجام بد کو پہنچ کر ارشاد ربانی۔ ان شانئک ھو الابتر۔ کا مصداق ٹھہرا لیکن حسرتم تم کو مگر نہیں آتی۔ الحق)

کیا آپ نے احمدیہ جماعت کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ کتر بیونت کئے ہوئے حوالوں سے نہیں بلکہ اصل کتب۔ کیا آپ کوئی کتاب پڑھنا چاہیں گے۔؟ والسلام

خاکسار نسیم سیفی۔ ایڈیٹر تحریک جدید ربوہ

عافیت اور تسکین کا ایک روحانی نسخہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ ۲۹ اکتوبر کو ایک جھگڑا کے تصفیہ کے سلسلہ میں تنگی چارسدہ تشریف لائے، معتقدین اور تلامذہ نے پُرجوش استقبال کیا اور جلوس کی شکل میں قیام گاہ پہنچا، تمام علماء اور معززین شہر جمع تھے۔ آپ نے جملہ آفات وبلیات، سکونِ قلب اور جان و مال کی حفاظت کے لئے ایک وظیفہ سے لوگوں کو نوازا اور فرمایا کہ یہ مجھے میرے استاذ ولی کامل مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ دیوبندی سے ملا اور حضرت شیخ الحدیث نے یہ بھی فرمایا کہ میری طرف سے تمام مسلمانوں کو اجازت ہے کہ صبح و شام اس ترتیب سے ورد وظیفہ پڑھا کریں۔ انشاء اللہ پریشانی اور فتنوں کے اس دور میں بے حد فائدہ ہوگا۔ وظیفہ یہ ہے۔ میری خواہش ہے کہ اسے الحق میں شائع کریں:۔

۱۔ درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے ـــــ تین مرتبہ

۲۔ اعوذ باللہ ـــــ تین مرتبہ

۳۔ بسم اللہ ـــــ تین مرتبہ

۴۔ اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق ـــــ تین مرتبہ

۵۔ سورۃ اخلاص ـــــ تین مرتبہ

۶۔ سورۃ فلق ـــــ تین مرتبہ

۷۔ سورۃ والناس ـــــ تین مرتبہ

۸۔ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین ـــــ تین مرتبہ

۹۔ ان اللہ قد احاط بکل شیٔ علما ـــــ تین مرتبہ

۱۰۔ درود شریف ـــــ تین مرتبہ

دونوں ہتھیلیوں پر پھونک کر جسم پر ہاتھ پھیر دیں۔

مولانا محمد اکبر۔ مولانا شمس الرحمان۔ فضلاء حقانیہ
تنگی۔ چارسدہ

قادیانیوں کی شرمناک جسارت | کنڑی سندھ احمد الدین قادیانی سابق امیر جماعت احمدیہ کنڑی کے لڑکے ڈاکٹر رشید الدین برسرِ عام قرآن پاک کے اوراق جلائے۔ شہر میں احتجاج ہوا۔ کلاسوں سے لڑکوں نے بائیکاٹ کیا اور جلوس جب ڈاکٹر رشید کی دوکان کے سامنے پہنچا تو اس نے فائرنگ کی، کئی طلباء زخمی ہوئے ڈی۔ ایس۔ پی نے قادیانیوں سے بھاری رقم لے کر مسلمانوں پر ظلم شروع کیا۔ امن عامہ تباہ ہونے کا خطرہ ہے۔ آپ یہ صورتحال حکومت تک پہنچا دیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت۔ کنڑی سندھ

ایک مفید تجویز | براہ کرم الحق میں کم از کم دو صفحے دینی طلباء کی تحریرات کیلئے مخصوص کئے جائیں تاکہ ان طلباء کی تحریری صلاحیتیں اجاگر ہو سکیں۔

محمد شفیع بلوچ جمعیۃ الطلباء اسلام۔ ٹنڈو اللہ یار (سندھ)

قادیانیوں کی صیہونی اور استعماری سرگرمیاں تیز ہوں گی یہ لوگ کسی رواداری کے قابل نہیں یہ لوگ اسلام دشمن عناصر سے ملکر اسلام کی بیخ کنی میں مصروف ہیں۔ کیا ارباب حل و عقد ان پر کڑی نگرانی رکھیں گے۔

محمد سلیم اختر۔ چنیوٹ۔ جھنگ

الحق کی روایت ہے کہ مرزا ناصر نے قرآن کے مختلف تراجم دنیا میں پھیلانے کا پروگرام پیش کیا ہے۔ تو کیا مسلمان محض چیخ و پکار سے مرزائی فتنہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ایسے تحریفی لٹریچر کو مؤثر طور پر حکومت کے روکنے کا رول کیا ہے۔ اور علماء کیا کر رہے ہیں۔ ضروری ہے کہ ان کے ہر اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے۔

محمد رفیق ملک۔ ایم اے۔ راولپنڈی

ہماری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیں کہ کذابوں سے نجات مل گئی۔ خدا کے فضل سے صدر مجلس عمل مولانا بنوری کو ہم نے لندن بلایا ہے۔ آپ انٹرنیشنل مشن کے زیر اہتمام لندن برمنگھم گلاسکو مانچسٹر وغیرہ میں عام جلسوں سے خطاب کریں گے۔ ہماری مدت سے یہ تمنا ہے کہ آپ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کوئی وقت نکال کر ہمارے مشن کی دعوت پر یہاں آنا قبول فرمادیں۔ کاش حضرت شیخ الحدیث اسے منظور فرما سکیں۔

راؤ شمشیر علی خان صاحب۔ انٹرنیشنل اسلامی مشن
مدیر دعوت الحق۔ انگلینڈ

قومی اسمبلی کے فیصلے کا ملک میں خیر مقدم کیا جائے گا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انہیں برائے نام اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ اور کلیدی مناصب پر فائز ہیں۔؟ کیا یہ حکومت کا ایک دھوکہ تو نہیں۔؟

بخت زادہ۔ نستہ۔ چارسدہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کی مساعی بارآور کیں مسئلہ قادیانی حل ہوا اللہ تعالیٰ آپ کے دین کی سربلندی کے مساعی بھی بارآور فرما دے۔

تنگی بابا۔ جیندول۔ دیر

قوم کی خدمت کا صلہ اللہ نے دیکر قادیانی مسئلہ حل کرایا عاجزہ کی مبارک باد قبول ہو۔

غلام نسین، بادامی باغ۔ لاہور

الیکشن میں حضرت شیخ الحدیث نے قوم سے جو وعدہ کیا تھا قادیانی مسئلہ کے لئے اسمبلی میں مساعی سے آپ نے اُسے پورا کر دیا۔ اگر اسی طرح کوششیں جاری رہیں تو ایک دن اللہ ملک میں اسلامی نظام بھی جاری کر دے گا۔

جمال الدین۔ غوریوالہ۔ بنوں

قادیانیوں کو اصل مقام دلانا یہ آپ، اور علماء کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ یہ خوشی ایسی ہے جو پرانی نہیں ہو سکتی۔

عبدالحمید خان۔ مسلم لیگ کوارٹرز۔ کراچی

مسئلہ قادیانیت پر صد ہزار مرتبہ دلی مبارکباد۔ اب انکار صحابہؓ اور شیعیت کا فتنہ بڑی شدت سے میدان میں آگیا ہے۔ شیعہ نصاب کی علیحدگی پر اہل سنت کیطرف سے عام خاموشی ہے۔ جناب نے اس کی رد میں پمفلٹ شائع کیا ہے۔ ہم یہی پمفلٹ جماعت کیطرف سے چھپوا کر مسلمانوں میں مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مذہبی تشخص سے غافل سنی مسلمانوں کو اپنے مذہب کا درد عطا فرما دے۔

انوار الحسینی۔ تحریک خدام اہل سنت۔ لاہور

مضمون اقبال اور خوشحال خان بہت پسند آیا۔ ماوراء النہر کی سیاسی تعلیمی اقتصادی جغرافیائی حالت پر کچھ لکھوائیے۔

محمد پرویش شاہین، ایم اے۔ الگاری۔ سوات

ہمارے دینی مدارس | دار العلوم اسلامیہ شیر گڑھ ضلع مردان کی سند فراغت منظور ہو چکی ہے۔ دورہ حدیث الحاج مولانا امین گل صاحب پڑھا رہے ہیں۔ جو تاریخ ادب اور اسماء الرجال میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ دیگر علوم و فنون بھی جیّد اساتذہ پڑھا رہے ہیں۔ نیا تعلیمی سال شروع ہو چکا ہے۔

مولانا غلام یحییٰ فاضل دار العلوم حقانیہ۔ ناظم مدرسہ شیر گڑھ (مردان)

مدرسہ عربیہ دار العلوم خضریہ محلہ پراچگان۔ بھیرہ ضلع سرگودھا۔ اسلامی علوم و فنون کا ادارہ ہے۔ درس نظامی اور حفظ کے شعبے مصروف کار ہیں۔ طلبہ کو ہر طرح امداد دی جاتی ہے۔ مولانا جلال الدین فاضل دار العلوم حقانیہ مدرسہ کے نگران ہیں۔ جو شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں۔

ناظم مدرسہ۔ بھیرہ سرگودھا۔

جامعہ عربیہ ریاض العلوم حیدر آباد سندھ میں درس نظامی کے سال اوّل دوم سوئم کا بہترین انتظام ہے۔ طلبہ کے طعام، قیام، کتب ادویہ کا مدرسہ کفیل ہے۔

نور محمد مہتمم ریاض العلوم پلاٹ ۳۹ لیاقت کالونی۔ حیدر آباد

پروفیسر شاہد تسنیم ایم اے | آپ کی محنتیں رنگ لائیں۔ مبارک ہو۔ ادارہ الحق کو آپ کا پتہ درکار ہے۔ برائے کرم مطلع فرما دیں۔ ——— (الحق)

Regd-No- P-90 DEC- 1974